49

محترم

# خواتینِ اسلام

از

زخ امرتسری

ناشران

لائن پریس ہسپتال روڈ لاہور

قیمت دو روپے

Marfat.com

۴۹۶۵۹۱۳۲
ج ۱۳ ف
۲۰۴۶



Marfat.com

# فہرستِ مضامین


| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| صنفِ لطیف | ۵ |
| **بابِ اوّل** | |
| حضرت حوّا | ۱۴ |
| حضرت ابراہیم کی ماں | ۲۸ |
| نمرود کی بیٹی | ۳۲ |
| حضرت سارہ | ۳۴ |
| حضرت ہاجرہ | ۴۰ |
| حضرت اسمٰعیل کی بیویاں | ۴۴ |
| حضرت ایوب کی بیوی | ۴۶ |
| حضرت موسیٰ کی ماں | ۵۱ |
| فرعون کی بیوی | ۵۴ |
| دخترِ فرعون کی کنیز | ۵۶ |
| ملکہ بلقیس | ۵۹ |
| حضرت مریم | ۶۴ |
| **بابِ دوم** | |
| حضرت خدیجہ الکبریٰ | ۷۰ |
| حضرت عائشہ صدیقہ | ۷۴ |
| حضرت فاطمہ زہرا | ۷۹ |
| فاطمہ ہمشیرہ حضرت عمرؓ | ۸۵ |
| عاصمہ اور لبینہ | ۸۹ |
| بہادر عورتیں | ۹۳ |
| جانباز خاتون | ۹۷ |




Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| بہادر نجولہ | ۹۹ | باب پنجم | |
| اسماء بنت ابوبکر صدیق | ۱۰۲ | رضیہ سلطانہ | ۱۷۰ |
| باب سوم | | غریب ملکہ | ۱۷۷ |
| امتہ الحبیب | ۱۰۸ | چاند بی بی | ۱۷۹ |
| آغا بیگی | ۱۱۲ | نور جہاں | ۱۸۵ |
| ملکہ زبیدہ | ۱۱۵ | جہاں آراء بیگم | ۱۹۷ |
| والدہ حضرت غوث اعظم | ۱۱۹ | لطف النساء بیگم | ۲۰۲ |
| رابعہ بصری | ۱۲۸ | آبادی بیگم | ۲۰۵ |
| عقلمند بیوی | ۱۳۵ | سیدہ اختر | ۲۰۹ |
| متقی کمسن بچی | ۱۳۹ | مس فاطمہ جناح | ۲۱۳ |
| والدہ امام غزالی | ۱۴۱ | مس نور | ۲۱۸ |
| باب چہارم | | مس خدیجہ بیگم | ۲۲۰ |
| خالدہ ادیب خانم | ۱۴۵ | مریم خاتون | ۲۲۳ |
| فاطمہ یوسف خانم | ۱۵۲ | مثالی عورت | ۲۲۹ |
| شوکت بلقیس خانم | ۱۵۹ | ارشادات نبوی | ۲۳۱ |
| فاطمہ علیا خانم | ۱۶۳ | دختران ملت (نظم) | ۲۳۷ |
| فاطمہ بنت عبداللہ (نظم) | ۱۶۶ | پردہ، فطرت قرآنی (نظم) | ۲۳۹ |




Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# صنفِ لطیف

حضرت آدم پہلے آدمی تھے، اور حضرت حوا پہلی عورت۔ دونوں بہشت سے زمین پر آئے۔ دنیا سنسان تھی۔ اور ہُو کا عالم، دونوں کی اولاد بڑھی اور رفتہ رفتہ اس قدر بڑھی، کہ آج ان کے اربوں فرزند دُنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ جو کشمکشِ حیات میں مبتلا، اور ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے میں ساعی ہیں۔ کوئی گورا ہے۔ کوئی کالا، کوئی سرخ ہے، کوئی زرد۔ ہابیل و قابیل میں اختلافِ ذہنی پر دشمنی ہوگئی۔ اسی طرح رنگ، قومیت، ملک و وطن کے نام پر آج کشت و خون کا بازار گرم ہے۔ مگر ؎

عشق است، کہ دل خجل نیابی آنجا | یعنی جز نام دل نیابی آنجا
گر در رہِ انساب روی تا آدم | حقا، کہ جز آب و گل نیابی آنجا



Marfat.com

اسی طرح حوّا کی بیٹیاں اپنے اختلافِ خیالات، اختلافِ مذہب اختلافِ رنگ، اختلافِ وطنیت کی وجہ سے ایک دوسری کو حقارت اور نفرت کی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ اور ہر ایک کو اپنی معاشی، عمرانی اور صنعتی ترقی پر ناز ہے۔ وہ خواہ جہالت کی پیرو کار ہوں۔ یا تہذیب کی علمبردار۔ اپنے طریق زندگی کو افضل و برتر خیال کرتی ہیں۔ وہ زندگی کی تگ و دو میں مردوں کے شانہ بشانہ حصّہ لینے کی آرزومند ہیں۔

زمانہ جہالت میں مرد و عورت ایک ہی جیسا کام کرتے تھے۔ نہ مرد اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتا تھا۔ نہ عورت اپنے آپ کو افضل خیال کرتی تھی۔ گویا من و تو کا خیال ہی نہ تھا۔ دونوں درختوں کے پھلوں پر گزارہ کرتے تھے۔ گھاس پات کو صحت بخش غذا سمجھتے تھے۔ شکار کرتے تھے۔ جانوروں کا کچا گوشت چٹ کر جاتے تھے۔ محنت مشقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے۔ تخیلی بلند پروازی، عیاشانہ جذبات انہیں امتیاز جنسی کا درس دینے کے لئے موجود نہ تھے۔

اس کے بعد کا زمانہ ایک امتیازی زمانہ تھا۔ جس میں مرد اپنے کو برتر اور عورت اپنے کو اعلیٰ خیال کرنے لگی۔ اور دونوں کے ازدواجی تعلقات نے انہیں ایک ہی لڑی میں منسلک کر دیا۔ مگر ایک لعل تھا۔ اور دوسرا



Marfat.com

ہیرے کی کنی۔ دونوں اپنی اپنی آب وتاب اور قدر و قیمت میں مابہ الامتیاز تھے۔ مرد شان وشجاعت کے نشہ میں سرشار تھا۔ اور عورت حسن و نزاکت کے بادۂ ناز سے از خود رفتہ۔ وہ باہر کا راجہ تھا۔ اور یہ گھر کی رانی۔ دونوں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دینے لگے۔

مگر تہذیب جدید نے انہیں پھر یکسانیت کے سودائے خام میں مبتلا کر دیا۔ مردوں کی طبیعت نسوانیت کی طرف مائل ہوئی۔ اور عورت کا مزاج مردمی کی طرف راغب ہوا۔ شاید انہی جذبات کی اثر سے کئی مرد عورت بن گئے۔ اور کئی عورتیں مرد بن گئیں۔ یورپ و امریکہ میں جنسی امتیاز بالکل اُٹھ گیا۔ اب ایشیا میں بھی یہ ہوا چل رہی ہے۔ ہماری سیاسی اور عمرانی رہنما خواتین۔ خانہ نشین مستورات کو گھروں کی چار دیواری سے باہر آنے کی دعوت دے رہی ہیں۔ اور مردانہ مشاغل میں انہماک کو ہی نسوانی عروج کا واحد ذریعہ بتا رہی ہیں۔ گویا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے نظارے تہذیب کے پردۂ سیمین پر نظر آرہے ہیں۔ اور یہ چلتی پھرتی متکلم تصویریں اپنے فلمی اثرات سے عوام کے لئے تماشائے حیرت بن رہی ہیں۔

انگلستان میں صدیوں تک یہ خیال کیا جاتا رہا۔ کہ عورتوں میں

رُوح ہی نہیں۔ ۵۸۶ء میں ایک کمیٹی اس امر کی تحقیقات کے لئے بیٹھی تھی۔ کہ وہ یہ دریافت کریں۔ کہ

"عورتوں میں روح ہے یا نہیں"

اس کمیٹی نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ صادر کیا۔ کہ

"عورتوں میں روح تو ہے۔ مگر اس لئے کہ مردوں کی تابعداری کریں"

لیکن چار سو سال بعد انہی بے روح عورتوں نے اس قدر ترقی کی کہ انہوں نے علی الاعلان کہہ دیا۔ کہ

"عورتوں میں روح ہے۔ اور اس لئے ہے۔ کہ مردان کی تابعداری کریں"

اور آخر بڑے بڑے فلاسفر، مفکر اور بہادر مردوں نے بھی ان کی روحی قوت کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ملکہ میری، ملکہ الزبتھ، اور ملکہ وکٹوریہ جیسی "زبردست رُوح" والی عورتوں نے حکومت کر کے ان کی رُوح خطا کی۔

جب سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوا۔ اور اس کی عالم افروز کرنیں ظلمتکدۂ عالم کو منور کرنے لگیں۔ عورت کو رفیقہ حیات سمجھا گیا۔ عورت کو مساویانہ حقوق دیئے گئے۔ اس میں بھی مردوں کی سی روح تسلیم



Marfat.com

کی گئی۔ جب ضرورت ہوئی عورتوں نے مردوں سے بڑھ کر ایثار، شجاعت اور خدا پرستی کا ثبوت دیا۔ اسلام نے مثالی تعلیم یا خیالی تربیت سے عورت کو تہذیب کی آگ میں کود پڑنے کی ترغیب نہیں دی۔ اور نہ اُن کے لئے ایسے مدارس قائم تھے۔ جہاں انہیں درس ترقی دیا جاتا۔ اُن کی تعلیم گاہیں اُن کے گھر تھے۔ جہاں کار آزمودہ والدین سے زندگی کا سبق حاصل کرتیں۔

نیکی، پاکیزگی، عبادت، خدا پرستی اور امور خانہ داری میں ہم فاطمہ زہرا، خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ، رابعہ بصری کے نام فخر سے پیش کر سکتے ہیں۔

علم و فضیلت، جاں بازی، بہادری، حب الوطنی میں خالدہ ادیب خانم، شوکت بلقیس خانم، فاطمہ علیا خانم یگانہ روزگار تھیں رضیہ سلطانہ، چاند سلطانہ، نورجہاں، آغا بیگی، حکمرانی کی انتظامی قابلیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھیں۔

اسماء بنت ابوبکر صدیق، اُم ابان، خولہ، اُمت الحبیب نے مردوں سے بڑھ کر دلیری اور جانبازی کا ثبوت دیا۔

عاصمہ، نفیسہ، زبیدہ، جہاں آرا، اور کئی محترم خاتون نے اپنے عزم و استقلال کی شاندار مثالیں عورتوں کے سامنے پیش کی ہیں۔



Marfat.com

یورپ اور انگلستان کی تہذیب کا آغاز آٹھ نو سو سال سے ہوتا ہے جب کہ آفتاب اسلام نصف النہار پر تھا۔ اور اپنی جلوہ ریزیوں سے دنیا کے تاریک گوشوں کو منور کر رہا تھا۔

قرون اُولیٰ کی مسلمان عورتوں نے اپنے عظیم الشان کارناموں سے دنیا میں نسوانی قابلیت اور عقل سلیم کی عدیم النظیر مثالیں پیش کیں جنہیں مشعل راہ بنا کر ترک، عرب اور ہند وستانی مستورات نے علم و عمل ۔ خلوص و ایثار، عزم و ثبات کی منازل اس خوبی سے طے کیں۔ کہ دنیا حیران رہ گئی۔

ہمارے مغرب زدہ رہنما اور دلدادہ تہذیب خواتین جن کی آنکھیں عصر نو کی تیز برقی روشنی دیکھ کر چندھا گئی ہیں۔ ذرا اپنی بصیرت افروز کافوری شمعوں کے اجالے میں دنیائے اسلام کے نسوانی کارہائے نمایاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اگر فراموش کاری کی سیاہ عینک اُن کی آنکھوں پر نہیں۔ تو بلا تامل بول اُٹھیں گے۔ کہ

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

"محترم خواتین اسلام" کے اوراق میں آدم سے لے کر تا ایں دم۔ ان خواتین کے حالات سپرد قلم کیے گئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے عہد

میں نسوانی فضائل کے گرانقدر مظاہرے کرکے دنیا کو حیران کر دیا۔

غرضیکہ اسلامی تاریخ نسوانی، مساوات و یکسانیت، علم و فضل، شجاعت و شہامت، ایثار و خلوص، عزم و ثبات، انصاف و حکومت، عبادت و ریاضت، سخاوت و فیاضی، صبر و قناعت، زہد و تقویٰ توکل و استقامت، وفا و رضا کے درس آموز واقعات سے مامور ہے

گھر کے حالات سے بے خبر اور ملی روایات سے ناواقف رہنما ہی دختران اسلام کو اس روشنی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جس میں خوفناک تاریکی کے بادل چھپے ہوئے ہیں۔

مدبرین یورپ خود اس نسوانی آزادی سے پریشان ہیں۔ جو بعض مغرب زدہ خواتین کا مطمح نظر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ خود اسلامی تعلیم سے بے بہرہ، اسلامی تاریخ سے ناواقف اور اسلامی معاشرت سے بے خبر ہیں۔

اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب "محترم خواتین" کے مطالعہ کے لئے شائع کی گئی ہے۔ تاکہ وہ کعبۂ مقصود تک پہنچنے کے لئے ترکستان کا راستہ اختیار نہ کریں۔

دیکھنا سنبھل کے پاؤں اگر امتیاز ہے
دنیا کے ہر قدم پر نشیب و فراز ہے

فرخ امرتسری



Marfat.com

زن نگہ دارندۂ تارِ حیات
فطرتِ او لوحِ اسرارِ حیات
آتشِ مارا بجان خود زند
جوہرِ او خاک را آدم کند
(مولانا رومؒ)



Marfat.com

# بابِ اوّل

# حضرت حوّاؑ

پُر فضا باغ، ہرے بھرے درخت، شاخیں پھلوں کے بوجھ سے جھکی ہوئیں۔ ہر طرف سنبل و ریحاں، رنگ برنگ کے پھولوں کی مہک، خوبصورت پرندوں کی چہک، سرو شمشاد قطار در قطار، کہیں ارغواں کہیں لالہ زار، جدھر دیکھو، سبزہ ہی سبزہ، صاف و شفاف پانی کی نہریں، کہیں کوثر، کہیں تسنیم، خوشگوار سماں، ٹھنڈی ٹھنڈی روح پرور ہوا۔ دلکش فضا، خوشنما مناظر، دلکشا ماحول۔

وہ کوثر کے کنارے ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہے، قدرت کے نظارے سے جی بہلا رہی ہے۔ چہرے پر مسرت جھلک رہی ہے پیشانی روشن، لبوں پر مسکراہٹ، آنکھیں چمکیلی، نورانی لباس زیب تن۔

# شیطنت

وہ اس درخت کے سہارے ایک شخص کھڑا کچھ سوچ رہا ہے۔ اور بار بار اس عورت کی طرف دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ چہرے پر شوخی، آنکھوں میں شرارت، حرکات و سکنات مشتبہ۔

رفتہ رفتہ چلا، رُک رُک کر قدم اٹھاتا عورت کے قریب آیا۔ ادب سے سلام کیا۔ خاموش کھڑا ہو گیا۔

عورت۔ "تم کون ہو؟"

شخص۔ "تمہارا خیر خواہ۔"

عورت۔ "میرا خیر خواہ تو آدم کے سوا کوئی نہیں۔ اور نہ یہاں اُس کے سوا کوئی اور ہے۔"

شخص۔ "آدم ——— بیشک شوہر ہے۔ مگر اس نے ابھی حالات پر غور نہیں کیا۔ اور نہ اس دنیا کے رموز و اسرار سے واقف ہیں۔"

عورت۔ "واقف نہیں، واقفیت کی کیا ضرورت ہے۔ خدا نے اسے سب کچھ دیا ہوا ہے۔"

شخص۔ "یہی تو ساری بات ہے۔ اپنا سارا بھید کون بتاتا ہے۔"

عورت۔ "نہیں جو کچھ اس نے بتایا کافی ہے۔"

شخص۔ "کافی نہیں۔ تمہیں یہاں کے حالات سے واقف ہونا ضروری



Marfat.com

ہے۔ اگر کہو، تو ایک راز کی بات بتا دوں۔"

عورت۔ "ہاں ــــ وہ کیا؟"

شخص۔ "بالکل تمہارے بھلے کی بات ہے۔ اگر میرا کہا مانو ــــ تو"

عورت۔ "بات ماننے والی ہوگی۔ تو ماننے میں کیا ہرج ہے؟"

شخص۔ (ذرا مسکرا کر) "مگر میں خواہ مخواہ ایک اہم راز کس طرح بیان کروں۔ اور خواہ مخواہ بات مُنہ سے نکال کر پکڑا جاؤں میں فرشتوں کا اُستاد ہوں۔ قدرت کے تمام راز مجھے معلوم ہیں۔"

عورت۔ "نہیں نہیں بتاؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

شخص۔ (قدرے تامل سے) "مگر میں تمہاری بھلائی کے لئے بتانا چاہتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی نہ مانو۔ اور میں خواہ مخواہ مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں۔"

عورت۔ (متاثر ہو کر) "نہیں نہیں بتاؤ ــــ"

شخص۔ (چند لمحے خاموشی کے بعد) "تم دو جانیں اس بڑے وسیع باغ میں قید ہو۔ نظر بند ہو۔ کسی تیسرے کو یہاں باریابی کی اجازت نہیں۔ تمہارے حالات سن کر رحم آیا ــــ"

عورت۔ "ہم نظر بند ہیں؟"

شخص ۔ "واقعی ؟"

عورت ۔ "نہیں! ہم آزاد ہیں ۔ جہاں چاہے جائیں ۔ کوئی روک نہیں "

شخص ۔ "درست! مگر تم یہاں سے باہر کبھی گئے بھی؟ تیسرا شخص تمہارے پاس کبھی آیا؟ میں بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ۔ ایک سانپ کے ذریعے ۔ جو مجھے اُڑا کر یہاں لایا ۔ ورنہ مشکل تھا "

عورت ۔ "ٹھیک ہے ۔ ہم نے سوائے تمہارے کوئی تیسرا شخص کبھی دیکھا ہی نہیں ۔ یہاں کی ہر چیز ہماری ہے ۔ پھلدار درخت ہمارے ۔ کوثر و تسنیم کے چشمے ہمارے ۔ جو چاہیں کھائیں جہاں سے چاہیں پیئیں "

شخص ۔ (انگلی کا اشارہ کر کے) "وہ دیکھا!"

عورت ۔ "ہاں درخت ہے ۔ اور پھلدار درخت "

شخص ۔ "اس کا پھل کبھی چکھا ؟"

عورت ۔ "نہیں "

شخص ۔ "کھا کر دیکھو کیسا لذیذ ہے "

عورت ۔ "نہیں ——— ہم نہیں کھا سکتے ۔ خدا نے ہمیں منع کر دیا ہے "

Marfat.com

شخص۔ (قہقہہ لگاکر) "اس میں مصلحت ہے۔ خدا نہیں ہمیشہ اِس خوشگوار احاطہ میں مقید رکھنا چاہتا ہے۔"

عورت۔ "کیوں؟"

شخص۔ "یہ درخت زندگی کا درخت ہے۔ جو اس کا پھل کھائے گا۔ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ساری دنیا اس کی ہوگی۔ اس کو نیکی بدی کی پہچان ہوگی۔"

عورت۔ (حیرت سے) "تو خدا نے کس لئے منع کیا؟"

شخص۔ "اسی لئے کہ وہ تمہیں ہمیشہ زندہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور نہ آزاد رکھنا چاہتا ہے۔ اگر تم اس درخت کا پھل کھاؤ گے۔ تو تم دنیا پر حکومت کرو گے۔ تمہاری اولاد پھولے پھلے گی۔ اگر تم اس درخت کا پھل نہیں کھاؤ گے۔ تو اسی محدود سرزمین میں گھٹتے رہو گے۔ یہاں کی ہوا کھاؤ گے، اور ٹھنڈا پانی پیو گے۔"

عورت۔ (مائل ہو کر) "مگر آدم نہیں مانے گا۔"

شخص۔ "مانے گا کیوں نہیں اگر تم سمجھا دو گی۔ پورے زور سے کہو گی۔ تو کیوں نہیں مانیگا۔ اس میں تم دونوں کا فائدہ ہے۔"

عورت۔ "بہت اچھا۔"

وہ شخص اپنی کامیابی کی مسرت دل میں لئے ہوئے سلام کر کے

رخصت ہوا۔ حضرت آدمؑ آئے۔ نہایت نرمی اور دلنشیں پیرائے میں اس درخت کا ذکر کیا اور اس کے پھل کھانے کی رغبت دلائی۔

## حوّا کی ترغیب

حضرت آدم نے انکار کیا۔ کہ "اس درخت کا پھل کھانا ممنوع ہے۔ خدا کے غضب سے ڈرو"

حوّا "اگر ہم نے اس کا پھل کھا لیا۔ تو خدا کا اس میں کیا ہرج ہے؟ خود کھانے پینے کے دھندوں سے پاک ہے۔ اور سوائے ہمارے یہاں کوئی اور ہے۔ جس کے لئے یہ درخت محفوظ ہو"

آدمؑ۔ "تم غلطی کرتی ہو"

حوّا۔ "نہیں میں غلطی نہیں کرتی۔ اگر غلطی بھی ہوئی۔ تو ہمیں معاف کر دے گا۔ بہر حال اس درخت کا پھل ضرور کھاؤں گی"

آدمؑ۔ "اچھا! تم کھاؤ۔ میں نہیں کھاؤں گا"

حوّا۔ "میں ضرور کھلاؤں گی۔ یونہی محبت کی داستانیں سنایا کرتے تھے۔ میری خاطر یہ بھی نہیں کر سکتے۔ اوّل تو خدا کچھ کہیگا نہیں اگر کہا بھی تو کہہ دینا۔ کہ مجبور ہو گیا تھا"

آدمؑ۔ (کسی قدر تامل کے بعد) "سوچ لو۔ خدا کا حکم ہے ——"

حوّا۔ "خدا ہمارا ہے"



Marfat.com

یہ کہہ کر حوّا اُس درخت کی طرف بڑھیں۔ وہ درخت گندم کا تھا کچھ دانے آپ کھائے اور کچھ آدم کو کھلائے۔

دانے کھاتے ہی، یک لخت حالت دگرگوں ہو گئی۔ دونوں نے اپنے آپ کو برہنہ محسوس کیا۔

وہ شیطان تھا۔ جو آدمؑ کے بُت کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے درگاہِ خداوندی سے راندہ گیا تھا۔ طاؤس، اور سانپ کی مدد سے وہ بہشت میں داخل ہوا۔

## نافرمانی کی سزا۔

حکم ہوا۔ کہ آدم کو جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دو۔ تاکہ وہ اور ان کی اولاد، گندم پیدا کریں۔ اور ہمیشہ کے لئے محنت و مشقت کرکے روزی حاصل کریں۔ بہشت کی آب و ہوا انہیں راس نہیں آئی۔ بہشت کے پھل ان کو مفید معلوم نہیں ہوئے۔ کوثر و تسنیم کا پانی انہیں موافق نہیں آیا۔

شیطان ہمیشہ کے لئے راندہ گیا۔ وہ تادوام بنی نوع انسان کی مخالفت کرے گا۔ مور اور سانپ اور انسان ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ مور مستی کے عالم میں اپنے سیاہ پاؤں دیکھ کر شرمائیگا۔ اور جہاں سانپ کو دیکھے گا۔ اس کو مار دے گا۔ یا زندہ نگل جائے گا۔



Marfat.com

سانپ پیٹ کے بل رینگ کر چلے گا۔

## آدم حوّا زمین پر

آدم حوّا زمین پر آئے۔ مگر دونوں کو ایسے علاقوں میں پھینکا گیا۔ جن میں بُعدِ مشرقین تھا۔

حوّا کو خراسان میں، اور آدم کو سراندیپ میں پھینکا۔ کئی برس دونوں کو جدائی میں گذر گئے۔ دونوں بے سروسامان، یکہ و تنہا زمین کی خاک چھانتے پھرے۔ ایک دوسرے کو ڈھونڈتے۔ مگر ملنا محال ہو گیا۔

حوّا بہت زیادہ بیقرار تھیں۔ ایک تو اپنی غلطی پر پریشان تھیں دوسرے آدم کو ورغلانے کا احساس سوہان روح تھا۔ اس طرح روتے۔ آہ و فغاں کرتے کئی برس گذر گئے۔ پہلی عورت۔ دنیا کے حالات سے محض ناآشنا۔ جب ان کی کسی بیٹی سے غلطی سرزد ہوتی ہے۔ تو حوّا کی ابتدائی خطا سامنے آجاتی ہے۔ اور اسی واسطے عورت کو جلد باز، غلط اندیش، کم فہم وغیرہ خطابات سے یاد کیا جاتا ہے

ایک روز جبریل حضرت آدم کے پاس آئے۔ اور کہا۔ کہ

"اے آدم اپنی موت سے پہلے حج کر لے"

وہ سراندیپ سے چلے۔ اور بیت المعمور میں پہنچے۔ جس کو اب



Marfat.com

کعبہ یا بیت الحرام کہا جاتا ہے۔

## حوّا کی مفارقت

حضرت آدم اپنے کیے پر پشیمان تھے۔ حضرت حوّا کی جدائی نے اور بھی پریشان کر رکھا تھا۔ کفِ افسوس ملتے، اور کہتے تھے ؎

یہاں کس واسطے لایا گیا ہوں ہزار آفت میں اُلجھایا گیا ہوں
انہیں کیا رقص بسمل دیکھنا تھا کچھ کے دے کے تڑپایا گیا ہوں
ہوئی لغزش ذرا سی وجہ اُفتاد کہاں تھا میں کہاں لایا گیا ہوں
سزا اتنی۔ نہیں مر کر رہائی خطا یہ ہے۔ کہ بہکایا گیا ہوں
میری رسوائی کا باعث یہی ہے
کسی کے در سے ٹھکرایا گیا ہوں

حضرت آدم حج کرنے کے بعد میدانِ عرفات پر جبل رحمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آہ و فغاں میں مشغول "استغفر اللہ" کا وردِ زبان پر، حضرت حوّا کی محبت دل میں بیقرار۔ آنکھوں میں اُن کا تصوّر۔ نگاہیں تلاش میں مصروف۔

## حوّا سے ملاپ

جوشِ محبت نے دل میں چٹکی لی۔ آنکھیں بے محابہ ایک طرف اُٹھ گئیں ـــــ دُور ـــــ بہت دُور ـــــ حوّا کی پیاری صورت

نظر آئی۔ حیران ہو کر بولے۔ "حوّا! ــــ وہی حوّا ــــ وہ آرہی ہے۔ میری آنکھیں دھوکا تو نہیں دے رہیں (غور سے دیکھ کر) معلوم تو وہی ہوتی ہے ــــ کیا وہی ہے۔ (غور سے دیکھ کر) ــــ وہی ہے؟۔ یا خداوہی ہو۔ تو مسبب الاسباب۔ تو جامع المتفرقین ــــ اگر نہیں بھی ــــ تو وہی ہو ــــ"

حضرت آدم اسی سلسلہ خیالات میں الجھے ہوئے تھے۔ محبت کے جذبہ بے اختیار سے از خود رفتہ ہو رہے تھے۔

وہ والہانہ جوش میں اُٹھے۔ آگے بڑھے۔ اُدھر سے حوّا آگئی دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ بیٹھ کر زار زار روئے۔ فرقت کی مدت یاد آئی اور دونوں نیم بسمل ہو جاتے۔ جدائی کے صدمات سے دل بھر ہو گئے تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے اُبل رہے تھے۔ رو دھو کر دل ہلکا ہوا۔ جدائی کا داغ دُھل گیا۔

## توبہ

اب دونوں میاں بیوی نے خدا سے معافی مانگی۔ اور دستِ دعا اُٹھائے:۔

"خداوندا ہمیں معاف فرما۔ ہم نے عدول حکمی کی کافی، سزا پائی۔ ہماری توبہ قبول فرما۔ اور ہمیں امن واطمینان



Marfat.com

سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا کر۔ آمین! یا رب العلمین آمین "

شاکر برضا ہو کر زمین پر رہنے سہنے لگے۔ کھیتی باڑی شروع کی محنت و مشقت سے روزی کمانے لگے۔

نیا جوڑا ــــ نئی دنیا ــــ رفتہ رفتہ حالات سے آگاہ ہونے لگے۔

سورج کی تپش سے بچنے کے لئے جھونپڑا بنایا۔ راتوں کو چاند کی ٹھنڈی روشنی سے لطف اندوز ہوتے۔ جھومتے جھومتے رنگ برنگ کے بادل دیکھ کر دل میں سرور اور آنکھوں میں نور آجاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد زمین انہیں روزی دینے لگی۔ سرسبز کھیت اور ہرے بھرے پیڑ ان کی راحت کا باعث ہوئے۔

## اولاد ۔ اور اُس کی شادی

جنت سے نکلنے اور دونوں میاں سے جدا رہنے کی تکلیف تو تھی ہی مگر جب دنیاوی زندگی کا آغاز ہوا۔ تو کوئی نہ کوئی تکلیف کا پہلو نکل آتا ان کے ہاں اولاد پیدا ہونے لگی۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اکٹھے پیدا ہوتے۔ آج کے لڑکے سے کل کی لڑکی کا عقد کیا جاتا۔ اور کل کی لڑکی اسے آج کا لڑکا بیاہا جاتا۔ اسی طرح ایک ازدواجی سلسلہ جاری ہو گیا۔



Marfat.com

کیونکہ کوئی خاندان نہ تھا۔ اس لئے اس طریقۂ عقد و نکاح کے سوا اور کوئی طریقہ نہ تھا۔ جس پر کار بند ہوتے۔

## پہلی موت اور پہلی شادی

حضرت حوّا کے ہاں سب سے پہلے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئی اور دوسری مرتبہ بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔

جب ہابیل قابیل بڑے ہوئے۔ تو خدا کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ دونوں بھائیوں کا دونوں بہنوں کے ساتھ عقد کر دیں۔ یعنی قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ۔ اور ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ۔

انہوں نے ارشاد خداوندی اور اپنے منشا سے دونوں بیٹوں کو آگاہ کیا۔ قابیل نے سن کر انکار کر دیا۔ اور کہا "میری بہن حسین ہے۔ ہابیل کی بہن خوبصورت نہیں۔ آپ ہابیل کی طرفداری کرتے ہیں۔

بہت کد و کاوش کے بعد حضرت حوّا اور آدم نے ہابیل کی شادی قابیل کی بہن کے ساتھ کر دی۔ لیکن قابیل کے دل میں بغض و حسد کی آگ بھڑکتی رہی۔ آخر ایک دن جبکہ حضرت آدم حج کو گئے۔ ہابیل سویا ہوا تھا۔ قابیل نے ایک بھاری پتھر اُٹھا کر ہابیل کے سر پر دے مارا۔ اور وہ وہیں تڑپ کر جان بحق ہو گیا۔

جو ہونا تھا۔ ہو گیا۔ اس وقت تکفین و تدفین کا طریقہ کسی کو

معلوم نہ تھا۔ قابیل حواس باختہ لاش کو اُٹھا کر اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ حیران تھا۔ کہ لاش کو کیا کرے۔ ماں باپ دیکھ کر کیا کہیں گے؟"

## کوتے سے سبق

آخر جب قابیل ایک میدان میں پہنچا۔ اور لاش زمین پر رکھ کر سوچنے لگا۔ تو دو کوتے لڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ زندہ کوتے نے چونچ سے زمین کھودی۔ اور اس میں مردہ کوتے کو دفن کرکے چلتا بنا۔

قابیل نے اس سے سبق حاصل کرکے زمین کھودی۔ ہابیل کی لاش کو دفن کیا۔ اور اطمینان کا سانس لیا۔

جب حضرت آدم و حوّا مکے سے واپس آئے۔ تو ہابیل کو نہ پاکر بہت ملول و غمگین ہوئے۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ قابیل نے اسے مار ڈالا ہے۔

## حوّا کی بیقراری

حضرت آدم نے اس صدمہ کو صبر و سکون سے برداشت کیا۔ مگر حضرت حوّا کی حالت غیر ہوگئی۔ عورت ذات کے لئے یہ بڑا صدمہ تھا وہ شب و روز روتیں۔ اور اپنے لختِ جگر کو یاد کرتیں۔ بین کرتیں۔ ہرچند حضرت آدم، سب لڑکے لڑکیاں تسلی دیتیں۔ مگر اسے چین نہ آتا۔ جب



Marfat.com

اقلیما کو اپنے شوہر کی جدائی میں افسردہ رُو۔ اور آزدہ دل دیکھتیں تو کلیجہ پکڑ کر رہ جاتیں۔ یہ پہلا نہ مٹنے والا داغ تھا۔ جو ہر وقت حضرت حوّا کو ستاتا رہتا تھا۔

---

۱۔ حضرت حوّا دنیا کی پہلی عورت تھی۔ جسے شیطان نے بہکایا۔
۲۔ حضرت حوّا کے ورغلانے سے آدم نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔
۳۔ حضرت آدم و حوّا پہلے دو انسان تھے۔ جو بہشت سے نکالے گئے۔
۴۔ خدا کا حکم ہوا۔ زمین پر جاؤ۔ اور اس خاکدان کو آباد کرو۔
۵۔ جنت سے نکل کر حوّا کو آدم سے بہت دُور پھینکا گیا۔
۶۔ ہابیل قابیل کی ایک دوسرے کی بہن سے شادی۔
۷۔ قابیل کے ہاتھ سے ہابیل کی موت۔
۸۔ دفن کرنے کا طریقہ ایک کوّے نے سکھایا۔
۹۔ حضرت حوّا پہلی عورت تھیں۔ جنہیں بیٹے کی موت اور بیٹی کی بیوگی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔

---



Marfat.com

# حضرت ابراہیمؑ کی ماں

رات کی تاریکی میں ایک عورت، اکیلی، تن تنہا، شہر سے نکل کر ایک پہاڑ پر پہنچی۔ ہر طرف سنسان، ہُو کا عالم، نہ آدم نہ آدم کی ذات بھلا اس گھُپ اندھیرے میں کوئی آئے تو کیوں آئے۔ وحشی جانوروں کی لرزہ خیز آوازیں فضا میں پھیل رہی ہیں۔ عورت حیران ہے۔ پریشان ہے۔ خوف کے مارے چاروں طرف دیکھ رہی ہے۔ آسمان پہ ستارے اس کی مضطربانہ حرکات، تشویشناک چہرہ اور نمناک آنکھیں دیکھ کر تلملا رہے ہیں۔ چاند کی قندیل بھی آج روشن نہیں ہوئی۔ کہ اس کی رہنمائی کرے۔

عورت ـــــ پریشان عورت ایک اندھیری غار میں داخل ہو گئی اس نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ یہاں کوئی شیر چیتا چھپا ہوگا۔ یا سانپ بچھو



Marfat.com

بستے ہوں گے۔ نہیں! اُسے اِن باتوں کا احساس نہیں۔ بیٹھی ہوئی درد کے مارے بیتاب ہے۔ کیسا درد؟ دردِ زہ! تھوڑی دیر کے بعد ایک چاند سا بچہ پیدا ہوا۔ غار چمک اُٹھا۔ عورت بچے کو دیکھتی ہے۔ کبھی خوشی کے آثار اس کے کلفت زدہ چہرہ پر نمودار ہوتے ہیں۔ کبھی دل میں غم چٹکی لیتا ہے۔ رُخ پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں۔ کبھی بچے کو گود میں لیتی ہے۔ کبھی زمین پر رکھ دیتی ہے۔ اسی کشمکش میں رات بہت گذر جاتی ہے۔ اور بڑبڑانے لگتی ہے۔

"نہیں! مصلحت یہی ہے۔ کہ میں اسے خدا کے سپرد کر کے چلی جاؤں مبادا نمرود کے آدمی تلاش کرتے کرتے یہاں آ جائیں۔ اور بچے کی جان جائے۔

نجومیوں کا بُرا ہو۔ جن کی انگیخت سے بچوں کے قتلِ عام کا حکم دے دیا گیا۔ آہ! آج کی رات ہزاروں معصوم موت کے گھاٹ اُتارے گئے ہوں گے۔ دنیا کی ہوا لگتے ہی انہیں عدم آباد بھیج دیا گیا ہوگا۔

میرے مالک! تمام دنیا کے مالک۔ تو نے اِس کو دنیا میں بھیجا ہے۔ تو اس کی رکھوالی کر۔ یہ میرے بس کی بات نہیں۔"

بچہ کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھ کر ایک پُر امید سانس لے کر

Marfat.com

کہنے لگی۔

"اچھا بیٹا خدا حافظ"

یہ کہہ کر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی غار سے باہر نکلی۔ زچگی کے درد، تکلیف اور اذیت سے بے نیاز ہو کر، گھر کی راہ لیتی ہے۔

---

بچہ بالکل محفوظ ہے۔ کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ انگوٹھا چوس رہا ہے۔ تندرست ہے۔ چند روز میں کئی مہینوں کا معلوم ہوتا۔ اس کی ماں —— کبھی کبھی آتی ہے —— رات کے اندھیرے میں۔ اُسے بڑھتا اور صحیح و سالم دیکھ کر واپس چلی جاتی ہے۔

ہزاروں عورتیں صفِ ماتم بچھائے بیٹھی ہیں۔ جن کے معصوم بچوں کو ظالم نمرود نے قتل کرا دیا۔

یہ قتلِ عام کیوں؟ صرف ایک ظالم، جابر، کافر، مشرک کی بقائے حیات کے لئے۔ کیونکہ اسے بتایا گیا تھا۔ کہ اس مدت میں ایک لڑکا پیدا ہوگا؛ جو تمہارا دشمن، تمہارے جاہ و جلال کا دشمن، اور تمہاری جان کا دشمن ہوگا۔

اس کی ان سفاکانہ تدبیروں پر قدرت ہنس رہی تھی۔ جسے اللہ رکھے اسے کون مارے۔

وہ بچہ موجود ہے۔ ماں کی آغوش کے بجائے غار کی گود میں پرورش پا رہا ہے۔ اس کی ماں خدا کے توکل پر چھوڑ گئی۔ اسے شیر مادر کی ضرورت نہیں۔ تمام دنیا کے رازق نے اس کے انگوٹھے میں دودھ کا چشمہ بھر دیا ہے جب جی چاہا۔ پی لیا۔

یہ بچہ۔ اب بچہ نہیں رہا۔ طفلِ شیر خوار نہیں۔ بلکہ اس نے اسی غار میں عمر کے سات سال گزار دیئے۔ نمرود کو اب یقین ہو گیا۔ کہ بلا سر سے ٹل گئی۔ مگر بلا موجود ہے۔

یہ لڑکا —— ابراہیمؑ ہے —— ابراہیمؑ خلیل اللہ۔ جس کی دُعا نے —— نمرود کو ایک لنگڑے مچھر کے ذریعے ہلاک کیا۔

---

# نمرود کی بیٹی

جب نمرود نے حضرت ابراہیم کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا۔ برق پاش شعلے اُڑ رہے تھے۔ اور دھوئیں کے بادلوں سے فضا تاریک ہو رہی تھی ــــ نمرود کی بیٹی ــــ اپنے محل پر اس ہولناک منظر کو دیکھ رہی تھی ــــ دیکھا ــــ کہ آگ نے حضرت ابراہیم پر کچھ اثر نہیں کیا۔ اور وہ آتش زار میں اس طرح مطمئن اور مسرور بیٹھے ہیں جیسے کوئی پُر بہار گلزار میں۔

بہت متاثر ہوئی ــــ "آہ! میرا باپ مارنے والا خدا ہے ــــ لیکن وہ مار بھی نہیں سکتا۔ ابراہیم کا خدا۔ زندہ رکھنے والا خدا ہے۔ وہ نار کو گلزار بنا دیتا ہے"

اس نے بلند آواز سے حضرت ابراہیم سے پوچھا۔ "اگر اجازت ہو۔



Marfat.com

تو میں بھی گلزار کی سیر کروں؟"

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ "لاالہ الا اللہ ابراہیمؑ خلیل اللہ کہہ کر چلی آؤ۔"

وہ کلمہ پڑھتی ہوئی دلیرانہ آگ میں چلی گئی۔ اور اسے آنچ نہ آئی۔

---



Marfat.com

# حضرت سارہؑ

حضرت ابراہیمؑ —— عراق سے ہجرت کر کے شام کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں ایک ایسے علاقے سے گذرنا پڑا۔ جہاں ایک ظالم بادشاہ کا پایۂ تخت تھا۔ ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہ بھی تھیں۔

اس نواح میں جابجا جاسوس پھیلے ہوئے تھے۔ جو آنے جانے مسافروں کا جائزہ لیتے۔ اور بادشاہ کے مطلب کی چیزیں اس کے حضور میں پہنچاتے انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ایک حسین وجمیل عورت کو دیکھا۔ حیران وششدر رہ گئے۔

بادشاہ عیاش، ظالم اور بدکردار تھا۔ جاسوسوں نے اطلاع دی۔ کہ ایک شخص آیا ہے۔ جس کے ساتھ ایک نہایت حسین عورت ہے چاند سورج بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بس پھر کیا تھا ـــــ بادشاہ نے کہا "فوراً حاضر کرو"

جاسوس گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کو دربار میں لاکر حاضر کیا۔

بادشاہ حضرت سارہ کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا۔ حضرت ابراہیم سے پوچھا۔

بادشاہ ـــ "تم کون ہو"

ابراہیمؑ ـــ "ایک مسافر"

بادشاہ ـــ "اور یہ عورت؟"

ابراہیمؑ ـــ "میری ایک قریبی رشتہ دار!"

بادشاہ ـــ "تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو"

ابراہیمؑ ـــ "شام کی طرف!"

بادشاہ ـــ "وہاں جا کر کیا کرو گے یہیں رہو"

ابراہیمؑ ـــ "یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ مسافر اپنی منزل سے پہلے ہی رہ جائے"

بادشاہ ـــ "اسی کو منزل سمجھو۔ تمہارے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے گا"

ابراہیمؑ ـــ "میرے لئے آرام و آسائش یہی ہے۔ کہ مجھے منزل مقصود کی طرف جانے دیں"



Marfat.com

بادشاہ نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ "اچھا ہم سوچ کر بتائیں گے
ابھی تمہیں چند روز یہیں ٹھہرنا ہوگا۔"

نوکروں کو اشارہ کیا۔ وہ انہیں لے گئے۔ اور ایک پُر تکلف مکان رہنے کے لئے دیا۔

بادشاہ کی نیت خراب تھی۔ لیکن اِدھر پیغمبر کی بیوی! حضرت سارہ نے وضو کیا۔ اور سربسجود ہوکر خدا سے دُعا کی۔

"یا اللہ! میں تیرے پیغمبر پر ایمان رکھنے والی اور اپنی عصمت کو بچانے والی ہوں۔ میری آبرو کو محفوظ رکھ۔ اور اس ظالم کی دستبرد سے بچا۔"

بادشاہ موقعہ پاکر جبکہ حضرت ابراہیم وہاں نہ تھے، آیا۔ منت و لجاجت سے، محبت و خوشامد سے حضرت سارہ سے مدعائے دلی بیان کیا مگر وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح غضب ناک ہوگئیں۔

بادشاہ کے حواس بجا نہیں تھے۔ شہوانی جذبات نے اسے آپے میں نہیں رہنے دیا تھا۔ آگے بڑھا اور دست درازی کرنے لگا۔

یہ حرکت کرتے ہی اس پر تشنج کا دورہ ہوگیا۔

لگا ہاتھ پاؤں مارنے۔ چند منٹ میں ہوش آگیا۔ اور منت سے کہا۔

"اے نیک بی بی! میرے حق میں دعا کر کہ تندرست ہو جاؤں۔"



Marfat.com

حضرت سارہ نے دعا کی، فوراً اچھا ہو گیا۔

دوسری دفعہ پھر شرارت کا ارادہ کیا۔ حضرت سارہ نے بددعا کی۔ پھر اس کی وہی حالت ہو گئی۔ تیسری دفعہ پھر بُرا خیال آیا۔

حضرت سارہ کی بددعا سے زیادہ بدتر حال ہوا۔ عرض کی کہ "اب کے مجھے بچا لو۔ اب میں کوئی ناشائستہ حرکت نہیں کروں گا۔"

سارہ۔ "تم بادشاہ ہو کر اس قسم کے بُرے کام کرتے ہو۔ رعایا کا امن و سکون خطرہ میں ہے۔ ان حالوں تمہاری بادشاہت قائم نہیں رہے گی۔ توبہ کرو۔ ایسے نفرت انگیز اعمال سے۔ نیک بنو۔ اور رعایا کے ساتھ نیکی کرو۔ افسوس! تم بادشاہ نہیں۔ بلکہ ایک خطرناک ڈاکو ہو۔ کہ راہ چلتے مسافروں کو بھی نہیں چھوڑتے۔"

بادشاہ۔ "یہ آدمی جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟"

سارہ۔ "خدا کا پیغمبر!"

بادشاہ۔ "اور تم؟"

سارہ۔ "اس کی بیوی!"

بادشاہ۔ "اس کی بیوی! جبھی تم میری دستبرد سے بچ گئیں۔"

سارہ۔ "میرا شوہر وہ ہے۔ جس کو نمرود کی آگ میں بھی آنچ نہ آئی۔

خدا ہمارا نگہبان ہے۔"

بادشاہ ــــ "اچھا! وہ ابراہیمؑ ہے اور تم اس کی بیوی!"

سارہ ــــ "ماشاءاللہ"

بادشاہ نادم و مایوس بحال پریشان وہاں سے چلا گیا۔ جاسوسوں کو حکم دیا۔ "تم کس خوبصورت بلا کو میرے پاس لے آئے۔ ان کو یہاں سے رخصت کرو۔ مگر ادب و احترام سے ــــ دیکھنا کوئی سختی نہ کرنا۔ کوئی بری بات نہ کہنا۔ مبادا میری سلطنت برباد نہ ہو جائے۔ اور اس زمین کا تختہ اُلٹ جائے۔"

نوکر حیران تھے۔ کہ بادشاہ کو کیا ہو گیا۔ ایک کمزور عورت سے ایسی زک اٹھائی۔ کہ حواس بجا نہیں۔ ہم نے اس کی یہ حالت کبھی نہ دیکھی تھی۔ بیابان کا شیر تھا۔ سمندر کا نہنگ اور جنگل کا اژدر!

لیکن ان نادانوں کو کیا معلوم! کہ پسِ پردہ جو اس کی گت بنی۔ وہ کیسی عبرت انگیز تھی۔ اگر حضرت سارہ رحم دلی اور شرافت سے کام نہ لیتیں۔ اپنی عالی ظرفی کا اظہار نہ کرتیں۔ تو وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔

جب بادشاہ کے نوکر حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ اور انہیں بمعہ حضرت سارہ چلے جانے کا پیغام دیا۔ تو دونوں میاں بیوی، خدا



Marfat.com

کا شکر بجا لائے۔

---

ایمان کی قوت، عصمت کی حفاظت، خدا پر بھروسہ، تمام طاقتوں سے زبردست ہیں۔ اور کوئی شیطانی طاقت اِن پر غالب نہیں آسکتی۔

جس نے ایک شیطان پر فتح پائی۔ وہ حضرت اسحاق کی والدہ تھیں۔

---

# حضرت ہاجرہؑ

ایک خشک میدان میں، جہاں دُور تک پانی کا نشان نہیں۔ ایک مسافر آتا ہے۔ اپنے دودھ پیتے بچے اور نیک طینت بیوی کو ایک جگہ پر بیٹھا کر چلا جاتا ہے۔

بیوی حیران ہوتی ہے۔ اور تیز رفتاری سے چل کر آواز دیتی ہے مرد مسافر ٹھہر جاتا ہے۔ بیوی پوچھتی ہے۔ "ہمیں چھوڑ کر کہاں چلے ہو" مرد خاموش رہتا ہے۔ اور کچھ جواب نہیں دیتا۔ عورت پھر کہتی ہے "کیا یہ خدا کا حکم ہے" مرد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عورت بولی "بہت اچھا خدا کا حکم بسر و چشم منظور" وہ مردِ خدا حضرت ابراہیمؑ تھے۔ خدا کا حکم تھا۔ کہ اسمٰعیلؑ اور اس کی ماں کو اس میدان میں چھوڑ جاؤ۔ اس جنگل کو ہم اسمٰعیلؑ کی اولاد سے آباد کریں گے۔



Marfat.com

اب ماں بیٹا۔ وہاں گذر اوقات کرتے ہیں۔ قرب وجوار میں کوئی بستی نہیں۔ کوئی ہمسایہ نہیں۔

ان کے پاس زادِ راہ کیا تھا؟ کھجوروں کا ایک تھیلا، اور پانی کا مشکیزہ۔ حضرت ہاجرہ چند کھجوریں کھاتیں۔ اور پانی دو گھونٹ پیتیں۔ بچے کو پلاتیں۔

اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ پانی ختم ہو گیا۔ لگے ماں بیٹا بلبلانے۔ ماں بیٹے کو چھوڑ کر پانی کی تلاش کو نکلیں۔

کوہ صفا پر چڑھیں۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کہیں پانی کا سراغ نہ ملا۔ صفا سے اُتر کر دوسرے پہاڑ مروہ کی طرف گئیں۔ کہ وہاں چڑھ کر پانی دیکھے۔ دونوں پہاڑیوں کے درمیان میدان میں گڑھا سا تھا۔ اس گڑھے میں اُتریں۔ تو بچہ نظروں سے غائب تھا۔ جلدی سے باہر آئیں۔ کبھی صفا پہ جاتیں، کبھی مروہ پر۔ کئی مرتبہ یہی عمل کیا۔

آخری پھیرے کوہ مروہ پر تھیں۔ کہ کان میں ایک آواز پڑی۔ ہمہ تن گوش ہو کر اس آواز کا انتظار کرنے لگیں۔

وہی آواز پھر آئی۔ لیکن آواز دینے والا نظر نہ آیا۔

ہاجرہ نے پکار کر کہا۔ "میں نے آواز سن لی ہے۔ اگر کوئی شخص مدد کر سکتا ہے، تو ہماری مدد کرے"



Marfat.com

اسی وقت ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ جہاں اب "چاہ زمزم" ہے۔ پر مارا[ع] اور صاف شفاف پانی کا چشمہ اُبلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ نے فوراً چاروں طرف مٹی کا احاطہ کر کے چشمہ کو گھیر لیا۔ مشکیزہ بھرا۔ آپ بھی پانی پیا۔ اور بچے کو بھی پلایا۔

فرشتہ نے کہا۔ "کوئی فکر نہ کرنا۔ اس جگہ خدا کا گھر یعنی کعبہ ہے۔ یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ مل کر کعبہ تعمیر کرے گا۔ اور یہاں آبادی ہو جائیگی۔" رفتہ رفتہ اس جنگل میں آبادی کا سامان ہونے لگا۔

اس میدان میں پانی نہ تھا۔ ایک قافلہ اِدھر سے گذرا۔ اس نے پانی کا چشمہ دیکھ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔

کہاں وہ وقت کہ حضرت ہاجرہ اور ننھا اسمٰعیل اکیلے تھے۔ اور کہاں یہ مبارک وقت، کہ اس زمین پہ ایک بستی آباد ہو گئی۔

حضرت اسمٰعیل اب جوان ہو گئے۔ اور ان کی شادی بھی ہو گئی۔ مدتوں بعد حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے۔ نیک بیوی کو خوشحال دیکھ کر مسرور ہوئے۔ جوان بیٹے نے جب بڑھ کر سلام کیا۔ تو دل بلیوں اُچھلنے لگا

ع۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسمٰعیل نے پیاس کی شدت میں وہاں ایڑیاں رگڑیں۔

اور غیر آباد مقام کو آباد دیکھ کر جاموں میں پھولے نہ سمائے۔

آخر دونوں باپ بیٹا مل کر کعبہ تعمیر کرنے لگے۔ جب مکمل ہوا۔ تو یہ مقام مرجع خلائق بن گیا۔

---

حضرت ابراہیمؑ جب اپنی بیوی اور دودھ پیتے بیٹے کو جنگل میں چھوڑ کر چلے گئے۔ تو حضرت ہاجرہ کی قوتِ ایمان کی آزمائش تھی۔ وہ یہ دریافت کر کے کہ "خدا کے حکم سے چھوڑ چلے ہو" اثبات میں جواب ملنے پر وہیں رہنے کے لیے رضامند ہو گئیں۔ وہ اکیلی تھیں۔ جنگل تھا۔ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا۔ جنگل میں منگل ہو گیا۔ پانی کا چشمہ مل گیا۔ لوگ وہاں آکر آباد ہو گئے حضرت اسمٰعیل کی شادی بھی وہیں ہو گئی۔ جب حضرت ابراہیم واپس آئے تو یہ روح پرور منظر دیکھ کر کیسے خوش ہوں گے۔

خدا پر بھروسہ، ہمت و استقلال، غم و رنج کے خیالات سے بے نیازی یہ ایک ایسی چیزیں ہیں۔ جو دنیا کی مصیبت اور تکلیف کو پاس نہیں بھٹکنے دیتیں۔

---

Marfat.com

# حضرت اسمٰعیلؑ کی بیویاں

کعبہ بنانے سے پہلے حضرت ابراہیمؑ سرسری طور پر دو دفعہ مکہ میں آئے حضرت اسمٰعیل کے گھر گئے۔ مگر وہ وہاں موجود نہ تھے۔

جب پہلی بار تشریف لائے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا۔ ان کی بیوی سے پوچھا۔

"کہو کیا حال ہے؟ کس طرح گذرتی ہے۔ کوئی تکلیف تو نہیں"

جواب ملا۔ "کوئی آرام نہیں۔ تکلیف بہت ہے۔ بڑی مصیبت میں ہیں"

حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ اسمٰعیل آئیں تو کہہ دینا۔ کہ "اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔"

اسمٰعیل گھر آئے۔ تو بیوی نے سارا حال بیان کیا۔ انھوں نے کہا۔ "وہ میرے والد تھے۔ چوکھٹ تو ہے۔ وہ کہہ گئے ہیں۔ تجھ کو طلاق دے دوں۔ اور دوسری



Marfat.com

بیوی سے عقد کروں "
حضرت اسمٰعیل نے باپ کے حکم تعمیل کی اسکو چھوڑ دیا۔ اور دوسری شادی کر لی۔

---

کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ دوبارہ آئے۔ تو وہی سوال ان کی بیوی سے کیا۔
اس نے جواب دیا "خدا تعالیٰ کا شکر ہے ـــــ بہت آرام سے ہیں "
حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔ اور فرمایا "جب تمہارے شوہر گھر میں آئیں۔ تو ان کو میرا سلام دینا اور کہنا۔ کہ" اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو"
حضرت اسمٰعیل نے کہا "وہ میرے والد تھے۔ کہہ گئے ہیں۔ کہ تم کو اپنے پاس رکھوں "

---

۱۔ حضرت اسمٰعیل کی پہلی بیوی صابر و شاکر نہ تھی۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کنایتاً اسے علیحدہ کرنے کے لئے کہہ گئے۔
۲۔ دوسری بیوی اپنے حال میں خوش تھی۔ اسے گھر میں برقرار رکھنے کا پیغام دے گئے۔
ہر حالت میں ـــــ خدا کا شکر کرو۔ اور صبر سے کام لو۔ نیک عورت کے لئے ضروری ہے۔ کسی طرح کا شکوہ شکایت نہ کرے۔

---



Marfat.com

# حضرت ایوبؑ کی بیوی

حضرت ایوب حضرت اسحاق کی اولاد سے تھے۔ اور حضرت یوسف کی پوتی ان کی بیوی تھی۔

نہایت آسودہ حال، صاحب مال، ہزاروں اونٹ اور بکریاں۔ پانسو غلام، دمشق کے پاس کئی گاؤں ان کے قبضہ میں۔ سات بیٹے، اور سات بیٹیاں۔ لیکن باوجود اس سروسامان کے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ کوئی ترغیب ان کو یاد خدا سے غافل نہ کر سکتی۔

شیطان جو نیک بندوں کا دشمن ہے۔ اس نے ان کو جادۂ مستقیم سے گمراہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور کئی حربے استعمال کئے۔ آخرکار درگاہِ خداوندی سے آواز آئی۔ کہ

"اے لعین! تو لاکھ جتن کر میرے بندے کو امتحان میں

کامیاب پائے گا۔ تیری کوئی چال اسے منحرف نہ کر سکے گی"۔

شیطان نے کہا "جب تمام دنیا کی نعمتیں اس کے پاس ہیں۔ پھر وہ کیوں نہ صابر و شاکر رہے۔ مزا جب ہے۔ کہ اس سے تمام نعمتیں چھین لی جائیں۔ اور اس کے جسم پر مجھے اختیار دیا جائے۔ پھر دیکھوں وہ کس طرح صابر و شاکر اور تیرا عبادت گذار رہتا ہے"۔

درگاہِ خداوندی سے جواب ملا۔ "تو یہ سب کچھ کر کے دیکھ لے۔ میرا بندہ اس آزمائش میں پورا اترے گا"۔

اب شیطان نے شرارتیں شروع کر دیں۔

سب سے پہلے تمام مویشی اور جانور فنا ہو گئے۔ حضرت ایوب کو معلوم ہوا تو حضرت نے فرمایا۔ "شکر ہے اللہ کا"۔

اس کے بعد کھیتیاں برباد کر دیں کھلیانوں کو آگ لگا دی۔ حضرت کو کسی نے خبر دی۔ کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ آپ کی تمام کھیتیاں اور کھلیان جل گئے ہیں۔ حضرت ایوب نے کہا۔ "شکر ہے اس مالک کا"۔ اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔

اب شیطان بہت سٹ پٹایا۔

جس مکان میں حضرت ایوب کے بچے سو رہے تھے۔ اس کی چھت گرا دی۔ سب کے سب نیچے دب کر فوت ہو گئے۔ حضرت ایوب کو اطلاع ملی۔

تو استقلال کے ساتھ صبر و شکر کیا۔

شیطان اور برافروختہ ہوا۔ اور جی میں کہنے لگا۔ کہ ان حوادث کا تو اُن پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب انہیں جسمانی تکلیف میں مبتلا کیا جائے۔

چنانچہ وہ جادوگر کی صورت میں حضرت ایوب کے پاس آیا۔ اور ایک ایسی پھونک ماری۔ کہ ان کا بدن پھوڑے پھنسیوں سے بھر گیا۔ جسم پھٹنے لگا۔ اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔

سب لوگ ان سے نفرت کرنے لگے۔ شہر میں رہنا دشوار ہو گیا آبادی سے باہر ایک جھونپڑی بنادی۔ اور انہیں اٹھا کر لوگ وہاں ڈال آئے۔ مگر اب بھی ان کی زبان پر کلمات صبر و شکر برابر جاری تھے۔

---

نہ کوئی دوست پاس آتا تھا نہ آشنا۔ خویش و اقارب ساتھ چھوڑ گئے۔ اس حال زار اور ہولناک مصیبت میں ان کا پُرسان حال اور تیمار دار کون تھا؟ —— صرف ایک درد رسیدہ بیوی۔ جس کا مال و اسباب، جاہ و حشم، گراں بہا املاک چودہ بیٹے بیٹیاں، تھوڑی ہی مدت میں —— برباد و تباہ ہو گئے تھے۔ اور اب خاوند ایک نہایت دردناک مرض میں مبتلا ہے۔ جس کی تیمارداری کرنا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس کو یادِ خدا اور بیمار خاوند کی خدمت کے سوا کوئی کام نہیں



Marfat.com

یہ بہادر کسی قسم کی نفرت نہیں کرتی۔ زخموں کو دھوتی ہے۔ دوا لگاتی ہے محنت و مزدوری کر کے گذر اوقات کر رہی ہے۔ جو کماتی ہے۔ آدھا راہِ خدا میں دیتی ہے۔ اور آدھا حضرت ایوب کی ضروریات پر خرچ کرتی ہے۔

یہ سب کچھ کر کے بھی شیطان اپنی شیطنیت سے باز نہ آیا۔ اور ایک حکیم کی شکل میں حضرت ایوب کی بیوی سے ملا۔ اور کہا۔

"یہ تمہارے شوہر کا مرض لاعلاج ہے۔ اگر تھوڑا سا خنزیر کا گوشت کھالے۔ اور اوپر سے شراب کی ایک پیالی پی لے تو تندرست ہو سکتا ہے"

اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ وہ مصیبت زدہ، جو خاوند کی تندرستی اور شفا دل سے چاہتی تھی۔ یہ دونوں چیزیں بازار سے خرید لائی۔ اور حضرت ایوب سے کہا کہ "ایک طبیب حاذق نے بتایا ہے۔ کہ اس مرض کا یہی علاج ہے"

حضرت ایوب بہت خفا ہوئے۔ اور بولے "اری نادان! جسے تو طبیب حاذق سمجھتی ہے۔ وہ شیطان ہے۔ اور اس کی کارستانیوں سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔ تو اس کے کہنے میں آکر ایسی چیزیں لائی ہو۔ جو ہم پر حرام ہیں"

پھر قسم کھا کر کہا۔ "کہ تندرست ہو جاؤں۔ تو اس قصور کی سزا میں تجھے سو لکڑی ماروں گا۔"



Marfat.com

بیوی بہت نادم ہوئی۔اس نے معافی مانگی۔کہ اس کی نیت خراب نہ تھی۔محض آپ کی تندرستی ملحوظ تھی۔

ابلیس کے تمام جتن بے کار ثابت ہوئے۔حضرت ایوب نے یہ ابتلا کا زمانہ نہایت صبر و سکون سے کاٹا۔اور ایک لمحہ بھی یادِ خدا سے غافل نہ ہوئے۔

آخر انہوں نے فریاد کی۔کہ "اے خدا! مجھے شیطان کی شیطنیت سے بچا۔"

یہ دعا قبول ہوئی۔فوراً جبریل جھونپڑی میں آئے اور کہا اپنا پاؤں زمین پر مارو۔پاؤں مارنا تھا۔کہ وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔حضرت ایوب نے اس میں غسل کیا۔تمام بیماری جاتی رہی۔جسم بالکل پاک و صاف ہو گیا۔

پھر حضرت جبریل نے خدا کا پیغام دیا۔کہ

"آپ جو اپنی بیوی کے سو لکڑی مارنے کی قسم کھا رکھی ہے۔اس کے پورا کرنے کے لئے سو سینکوں کا مٹھا اسکے مار دو۔اور قسم نہ توڑو۔"

اللہ تعالیٰ نے پھر حضرت ایوب کو پہلا سا جاہ و حشم، دولت و مال عطا فرمایا۔

---

حضرت ایوب کی بیوی ایک نمونہ ہے وفاداری، شوہر پرستی، نیکدلی اور خدمت گزاری کا۔حقیقی بیوی وہی ہو سکتی ہے۔جو اس کی طرح اپنے شوہر کی پرستار اور وفا شعار رہے۔

---



Marfat.com

# حضرت موسیٰؑ کی ماں

فرعون ــــــ نمرود کی طرح اس نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور اس کے لیے اس نے رعایا کو تنگ کرنا۔ اور دکھ دینا شروع کیا۔ خدا رحیم ہے کریم ہے مگر یہ مصنوعی خدا جبار قہار۔

فرعون کی خدائی بھی نجومیوں کے بل بوتے پر تھی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ "تمہاری سلطنت میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو تمہیں اور تمہاری بادشاہت کو تباہ کر دے گا۔" اس نے بھی بچوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ کئی معصوم دنیا میں آتے ہی عدم آباد کو سدھارے۔ اور اپنے والدین کو نہ مٹنے والا داغ جدائی دے گئے۔

بنی اسرائیل پر ایک آفت نازل ہوگئی۔ جس بچے کے پیدا ہونے کی خبر آتی۔ فوراً اسے قتل کر دیا جاتا۔



Marfat.com

ایک دردمند ماں نے کچھ دیر تک اپنے ننھے بچے کو چھپائے رکھا۔ اسے اپنا دودھ پلاتی رہی۔ مگر جب راز فاش ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اس نے اپنے شیر خوار بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔

یوخابد نے اپنی بہن کلثوم کو کہہ دیا۔ کہ وہ اس بات کا خیال رکھے۔ کہ صندوق کہاں جاتا ہے اور کہاں ٹھہرتا ہے۔

صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے ساتھ آ لگا۔ نکالا اور محل کے اندر لے گئے۔ صندوق کھولا گیا۔ تو اس میں ایک نہایت حسین ننھا بچہ تھا۔ فرعون قتل کرنے پر تلا ہوا تھا۔ مگر اس کی رحم دل بیوی آسیہ نے اس کو اس ظلم نارو سے منع کیا۔ اور کہا۔ کہ "اس کو نہ مارو۔ میں اسے بیٹا بنا کر اپنے پاس رکھوں گی"

کلثوم کو یہ سب ماجرا معلوم ہو گیا کئی انائیں دودھ پلانے کے لئے مقرر کی گئیں۔ مگر یہ بچہ کسی کا دودھ نہ پیتا۔ کلثوم نے مشورہ دیا کہ میری نظروں میں ایک عورت ہے۔ وہ نہایت شریف اور تندرست ہے۔ اس کا دودھ پاک وصاف ہے۔ اگر کہو تو دودھ پینے کے بچہ اس کے سپرد کریں۔

آسیہ اور کیا چاہتی تھی۔ اُدھر قدرت کو منظور تھا کہ بچہ اپنی حقیقی ماں کی گود میں جائے۔

کلثوم جا کر یوخابد کو لے آئی۔ اور بچہ اس کے سپرد کیا گیا۔ اس نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔



Marfat.com

یہ بچہ دن بدن بڑھتا گیا۔ آزادانہ سارے محل میں چلتا پھرتا، کھاتا پیتا آسیہ اسے بہت محبت کرتی تھی۔ فرعون پیار کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ فرعون کے ذہن سے یہ خیال ہی جاتا رہا۔ کہ "میری سلطنت میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو مجھے اور میری بادشاہت کو تباہ کر دے گا"

خدا کی شان دیکھو۔ بچہ اب اسی کے محل میں، اسی کی بیوی کے پاس پرورش پا رہا ہے۔ غریب ماں بھی وہاں موجود ہے۔ اس کو دودھ پلا رہی ہے اس کی ناز برداری کرتی ہے۔ ایک وقت تھا۔ کہ اس نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو مارے خوف کے دریا میں ڈال دیا۔

یہ بچہ ——— یہ لڑکا ——— حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے ——— جنہیں فرعون قتل نہ کر سکا۔ بلکہ خود ان کی ——— پرورش، حفاظت، اور زندگی کا موجب ہوا۔

خدا نے یوخابد ——— کلثوم ——— اور آسیہ کی محنت ٹھکانے لگائی۔ اور ان کی آرزوئیں پوری ہوئیں۔

ان نیک خاتونوں نے جس جرأت، تدبر اور استقلال سے کام لیا قابلِ ہزار تحسین ہے۔

---



Marfat.com

# فرعون کی بیوی

فرعون کافر تھا۔ خدا کا منکر۔ خدائی کا دعویدار۔ لوگوں پر جبر سے حکومت کرنے والا۔ غریبوں کو ستانے والا، بے گناہوں کو تکلیف دینے والا۔

لیکن — اس کا نصف — بیوی آسیہ — خدا پرست، ظلمت میں نور — خارستان میں پھول۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرتا۔ اور یہ خدائے واحدہٗ لاشریک کی یاد میں مگن رہتیں۔ خدا کی مرضی سے اسی نے جان بچائی۔ اور انہیں پرورش کیا۔

وہ بچپن ہی سے اسلام کی دلدادہ، اور حق و صداقت کے زیور سے آراستہ تھیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن میں اُن کی تعریف کی۔

ان کی عظمت کا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف فرمایا۔

جھوٹے خدا کو — سچے خدا کے نام سے کد تھی۔ ایک بادشاہ کا وزیر (بیوی)



Marfat.com

اپنے مالک سے اختلاف کرے۔ اس کے مسلک کو نفرت کی نظر سے دیکھے۔ اور پھر جو بادشاہ، حق و صداقت، عدل و انصاف، رحم و کرم کے پاکیزہ جذبات سے محروم ہو چکا ہو۔ وہ اپنی بیوی کو خدا کے آگے سر بسجود کیوں کر دیکھ سکتا ہے۔

فرعون کو جب معلوم ہوا۔ کہ اُسے میری خدائی سے انکار ہے۔ وہ موسیٰؑ کے خدا کی عبادت کرتی ہے۔ اسی کو تمام دنیا کا خالق و مالک سمجھتی ہے۔ تو اسے اپنے راہ پر لانے کی کوشش کی۔ اُس کو اِس بات کا بے حد رنج تھا۔ کہ میری رعایا، جو مجھے خدا مانتی ہے۔ میرے آگے سجدے کرتی ہے۔ وہ کیا کہے گی۔ کیا وہ لوگ بھی اطاعت سے سر پھیر نہ لیں گے۔

موسیٰؑ کا خدا ـــــ جو نظر نہیں آتا۔ جو کسی سے بات نہیں کرتا۔ وہ حاضر و ناظر نہیں۔ وہ خود اپنی ہستی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ میں تو اسے خدا نہیں مانوں گا پھر وہ عورت، جو میری بیوی ہو۔ میری محتاج، میری دست نگر، میرے خلاف کس طرح دوسرے خدا کی اطاعت کا دم بھر سکتی ہے۔

فرعون نے خدا پرست آسیہ کو بے حد تکلیفیں دیں۔ ستم پر ستم کیے۔ مگر وہ خدا سے منحرف نہ ہوئیں۔ اور "خدا خدا" کہتی ہوئی۔ فرعون کی حراست سے آزاد ہو کر جنت میں چلی گئیں۔

---

# دخترِ فرعون کی کنیز

فرعون کی بیٹی ـــــ فرعون کو معبود سمجھتی تھی۔ اسی کی پرستش کرتی تھی۔ مگر ایک خواص، جو اس کی مختار و معتمد تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی۔ لیکن خوف کے مارے ظاہر نہیں کرتی تھی۔

ایک دن یہ راز فاش ہو گیا۔ وہ اپنی مالکہ کے بال سنوار رہی تھی۔ اچانک کنگھی ہاتھ سے گر پڑی ـــــ "بسم اللہ" کہہ کر اٹھائی۔

لڑکی ـ "یہ تم نے کیا کہا"

خواص ـ "بسم اللہ!"

لڑکی ـ "یہ کس کا نام ہے"

خواص ـ "خدا کا!"

لڑکی ـ "کون خدا؟"



Marfat.com

خواص ۔ "وہی خدا ـــــ جس نے تمہارے باپ کو پیدا کیا ۔ اور اس کو بادشاہی دی ۔"

لڑکی ۔ "میرے باپ سے بھی کوئی بڑا ہے ؟"

خواص ۔ "ہاں ـــــ بڑا ـــــ بہت بڑا ـــــ تمام دنیا کے بادشاہوں سے بڑا ، جس کا کوئی ثانی نہیں ۔ وہ ایک ہے ۔ کوئی اس کا شریک نہیں ۔"

فرعون کی بیٹی ـــــ جو فرعون کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی ۔ غم و غصہ سے لال پیلی ہونے لگی ۔ بجلی کی سرعت سے باپ کے پاس گئی ۔ سارا قصہ بیان کیا ۔

فرعون کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا ـــــ "میری لونڈی ـــــ میرے خلاف ـــــ یہ جرأت ! ـــــ"

فوراً طلب کیا ۔ وہ نہایت اطمینان سے حاضر ہوئی ۔ نہ کوئی گھبراہٹ ، نہ کوئی خوف ۔

فرعون ـــــ "تم مجھے خدا نہیں مانتی ۔"

خواص ـــــ "نہیں !"

فرعون ۔ "تم موسیٰؑ کے خدا کو خدا نہیں مان سکتی ۔ اور نہ اس کی عبادت کر سکتی ہو ۔ اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار کرو ـــــ ورنہ ـــــ"

خواص ـــــ (بات کاٹ کر) "یہ نہیں ہو سکتا ۔ میرا خدا وہی ہے ، جو سب



Marfat.com

کا خدا ہے ـــ موسیٰؑ کا خدا ہے ـــ اور تمہارا بھی خدا ہے۔"

فرعون نہایت غضب ناک ہوا۔ اس کی گود ایک لڑکا تھا۔ اُسے آگ میں ڈلوا دیا ـــ لڑکے نے آگ کے شعلوں میں اپنی ماں سے کہا۔ دیکھنا! ایمان نہ چھوڑنا۔ اپنے دین پر قایم رہنا ـــ"

فرعون نے اسے انسانیت سوز تکلیفیں دیں۔ اور جب وہ ثابت قدمی سے "خدا خدا" پکارتی رہیں۔ تو اسے بھی آگ میں جھونک دیا۔

---

کمزور عورت کی یہ ثابت قدمی۔ ہمت اور جوش ایمانی دیکھو۔ کہ بچے کی موت دیکھی۔ خود موت کے منہ میں گئی۔ مگر دین کو نہ چھوڑا۔

---



Marfat.com

# ملکہ بلقیس

حضرت سلیمانؑ ــــ بہت بڑے بادشاہ تھے۔ بحر و بر، جن و انس، اور وحوش و طیور پر ان کی حکومت تھی۔ ان کا پایۂ تخت دمشق و ملک شام تھا۔ انہیں خبر ملی۔ کہ ملکِ سبا پر ایک عورت حکمران ہے۔ بڑی حسین، لائق اور نیک ہے ــــ مگر خدائے واحد سے بے خبر، اس کے احکام سے غافل ہے سورج کی پوجا کرتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے ایک پیغام بھیجا ــــ "میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں نے تمہاری تعریف سنی۔ مگر یہ معلوم کر کے افسوس ہوا۔ کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر۔ اس کی قدرت کے ایک شعلے کی پوجا کرتی ہو۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ کہ یہاں آ کر مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے ملک پر فوج کشی کی جائے گی۔"



Marfat.com

ملکہ کا ضمیر روشن تھا۔ اس نے اس پیغام کو پڑھا۔ اور امیروں وزیروں سے کہا۔ کہ "میں جنگ و جدال کی مصیبت مول لینا نہیں چاہتی۔ اگر اس کا دین سچا ہے۔ اور وہ پیغمبر ہے تو انکار کرنا لاحاصل ہو گا"

ملکہ نے اپنے مصاحب خاص منذر کو معہ خدم و حشم، نہایت گراں بہا تحائف دے کر حضرت سلیمانؑ کے پاس روانہ کیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ وہ اس بات کا خیال رکھے۔ کہ اگر یہ تحائف دیکھ کر اسے غصہ آ جائے، تو سمجھ لینا کہ وہ ایک عام بادشاہ ہے۔ اگر خوشی کے آثار ظاہر ہوں۔ تو سمجھ لینا کہ "واقعی پیغمبر ہے"

جب منذر وہاں پہنچا۔ تو حضرت سلیمانؑ نے نہایت خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم کیا۔

منذر کے ساتھ پانچسو حسین لونڈیاں تھیں۔ اور پانچسو حسین غلام تھے لیکن لونڈیاں کو مردانہ لباس پہنایا ہوا تھا۔ اور غلاموں کو زنانہ۔ حضرت سلیمان نے اُن کو پُر تکلف اور آراستہ مکان میں اُتارا۔ تحفے تحائف دیکھے اور لونڈیوں اور غلاموں کو منہ ہاتھ دھونے کے لئے کہا۔ چنانچہ منہ ہاتھ دھونے وقت تمام بھید کھُل گیا۔

منذر اور اس کے ہمراہیوں نے سارا حال بیان کیا۔ تو بلقیس سمجھ گئی۔ کہ وہ بادشاہ ضرور پیغمبر ہے۔ اور خود اس کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔



Marfat.com

تیاری شروع ہوگئی۔ چند روز کے بعد ملکہ اپنے امیروں وزیروں،
فوج و سپاہ اور بارہ ہزار کے عظیم الشان جلوس کے ساتھ روانہ ہوئی۔
جب شہر تھوڑے فاصلے پر رہ گیا۔ تو حضرت سلیمانؑ کے مصاحب بلقیس
کے استقبال کے لئے آئے۔ تمام راستہ تمام بیش قیمت اور زرین سامان سے
آراستہ تھا۔ گویا تمام دنیا کے زر و جواہر، بیش قیمت قالین، زریں پردے
اور ریشمی پارچات وہیں آ گئے۔
جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کے محل خاص میں پہنچی۔ تو آپ نے بڑھ کے
تپاک اور خلوص سے ملے۔ ملکہ کو اپنے خدم و حشم، مال و زر، ملک و
املاک پر بڑا ناز تھا۔ لیکن جب حضرت سلیمانؑ کا جاہ و جلال دیکھا۔ تو
حیران رہ گئی۔
آپس میں گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو زیادہ تر اشاروں اور
کنایوں سے کام لیا گیا۔ یہ ایک دوسرے کی قابلیت اور ذہانت کے امتحان
کا وقت تھا۔ حضرت سلیمانؑ تو تھے ہی ایک پیغمبر اور واقف اسرار۔ مگر ملکہ سبا
نے ایسی خوبی سے اُن پر سوالات کئے۔ اور ان کے سوالات کے جواب دیئے
کہ حضرت سلیمانؑ کے دل پر خاص اثر ہوا۔
آخر کار حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اللہ کا دین قبول کرنے کی دعوت
دی۔ وہ فوراً مسلمان ہوگئی۔ پھر انہوں نے اس کے ساتھ نکاح کر کے



Marfat.com

یمن کی بادشاہی پر بحال رکھا۔ حضرت سلیمانؑ کو بلقیس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔ اور وقتاً فوقتاً یمن میں جاکر اس کے پاس رہا کرتے تھے۔

---

۱۔ نیک اور پاکباز عورت ہر جگہ آبرو پاتی ہے۔
۲۔ بلقیس نے عورت ذات ہو کر ایک ملک پر حکومت کی۔
۳۔ عورت نہایت ذہین اور تیز فہم ہوتی ہے۔ جس کام کا ارادہ کرے پورا کر کے دکھا دیتی ہے۔
۴۔ ہر ایک عورت ایک سلطنت کی مالک ہے۔ اس کا گھر اسکا ملک ہے۔ اگر وہ چاہے تو اسے جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔
۵۔ بہادر عورت وہ ہے جو اخلاق کے خوشنما زیور سے آراستہ ہو۔ اور اپنے بال بچوں کو قابل ترین بنانے کی کوشش میں مصروف رہے
۶۔ شوہر کی خدمت، اولاد کی پرورش اور غریبوں کی امداد عورت کا فرض ہے۔

---



Marfat.com

# حضرت مریمؑ

حنہ ایک نیک بی بی تھیں۔ جن کے شوہر کا نام عمران تھا حنہ کی خواہش تھی۔ اگر ان کے ہاں بچہ پیدا ہو۔ تو وہ مسجد کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گی۔ یہ منت تھی۔ جو اس نے صدق دل سے مانی۔

بچہ پیدا ہوا ــــــ لیکن وہ لڑکا نہیں ــــــ لڑکی تھی ــــــ وہ اپنی بات پر قائم رہیں ــــــ ضمیر نے آواز دی ــــــ کہ "غم نہ کرو ــــــ یہ لڑکی لڑکوں سے بھی اچھی ہو گی۔"

لڑکی کا نام مریم رکھا۔ اور حنہ لڑکی کو لے کر بیت المقدس پہنچیں وہاں کے عابدوں سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ لڑکی چونکہ ایک بڑے خاندان سے تھیں۔ اس لئے ہر ایک نے لڑکی کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ آپس میں کشمکش ہوئی۔ ان میں حضرت ذکریا بھی تھے۔ وہ رشتہ میں مریم کے خالو تھے۔

ان کا حق خالہ کا تھا۔ آخر بحث و تمحیص اور گفت و شنید میں ان کا پلہ بھاری رہا۔ لڑکی ان کے سپرد ہوئی۔

حضرت ذکریا نے نہایت محبت اور توجہ سے پالا۔ لڑکی بغیر معمولی طور پر بڑھتی۔ اس کے چہرے پر ذہانت و عظمت کے آثار تھے۔ جوں جوں بڑی ہوئیں ہر وقت خاموش رہتیں۔ بچوں کی طرح زیادہ باتیں نہ کرتیں۔ نہایت متانت اور سنجیدگی سے رہتیں۔ ان کے رہنے کے لئے مسجد کے ساتھ ایک حجرہ بنوایا گیا۔ دن کو مریم وہاں عبادت کرتیں۔ رات کو حضرت ذکریا اپنے ساتھ گھر لے جاتے۔

## ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت ذکریا ایک دن جب کہ مریم حجرے میں عبادت کر رہی تھیں سہواً حجرے کو قفل لگا کر چلے گئے۔ تین دن تک وہاں نہ آئے۔ اور مریم حجرے میں بند رہیں۔

چوتھے روز حضرت ذکریا کو خیال آیا۔ "او ہو! مریم تو حجرے میں بند ہے۔ تین دن کی بھوکی پیاسی۔ کوئی چیز وہاں نہیں تھی۔ جو کھاتی پیتی۔ بے گناہ۔ معصوم پر ظلم ہوا۔ غریب مر گئی ہوگی۔ لوگ کہیں گے۔ اچھی پرورش کی ماں تو سن کر سر پیٹ لے گی۔ اس کی خالہ مجھے کوسے گی۔"

فوراً وہاں جا کر حجرے کا قفل کھولا۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ طرح طرح کے



Marfat.com

کھانے وہاں پڑے ہیں۔ انواع و اقسام کے پھل موجود ہیں۔

مریم نماز پڑھ رہی تھیں۔ جب فارغ ہوئی۔ حضرت ذکریا نے بہت اظہار افسوس کیا۔ پوچھا۔ "بیٹی! یہ کھانا، اور پھل مقفل کوٹھری میں کہاں سے آئے؟"

مریم بولیں۔ "خدا کے ہاں سے فرشتے لائے۔"

تین رات دن جب کہ مریم حجرے میں بند تھیں۔ کھانا خدا تعالیٰ جنت سے بھیجتا تھا۔

فرشتوں نے کہا۔ "اے مریم! تو برگزیدہ ہے، پاک ہے، سارے جہاں کی عورتوں سے۔ اپنے رب کی بندگی کر۔ اپنے رب کو سجدہ کیا کر۔ رکوع کیا کر۔"

جب چودہ برس کی ہوئیں۔ حسب اقتضائے بشریت ماہواری کا آغاز ہوا۔ غسل کے لئے چشمہ عین السوی پر گئیں، فارغ ہونے پر حضرت جبریل ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں ان کے پیچھے تھے۔ مریم دیکھ کر ڈریں۔ کہ یہ اجنبی کون ہے۔

حضرت جبریل نے کہا۔ "مجھے تیرے رب نے بھیجا ہے۔ اور دے جاؤں گا۔ تجھے ایک خوبصورت لڑکا۔"

مریم بولیں۔ "کہاں سے ہوگا لڑکا مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں۔"

جبریل نے جواب دیا۔ "تیرے رب نے فرمایا ہے۔ کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے آسان ہے۔ بن باپ کے لڑکا ہوگا۔ اللہ کی قدرت ہے۔ اور یہ کام قرار پا چکا ہے"

جبریل نے روح پھونکی اور چلے گئے۔ اور مریم اپنے حجرے میں جا کر عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ مریم نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا۔ چند روز کے بعد یہ راز بنی اسرائیل پر ظاہر ہو گیا۔ انہوں نے تہمت لگائی۔ کہ یہ کیا ہوا، کیسے ہوا؟ وہ خاموش رہتیں اور کسی کا جواب نہ دیتیں۔

میعاد مقررہ کے بعد جب پیدائش کا وقت آیا۔ تو بحکم خداوند بیت المقدس سے نکل کر چپ چاپ بیت اللحم میں کھجور کے درخت کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھ گئیں۔ وہیں حضرت عیسیٰؑ نے نزول اجلال فرمایا۔ درخت کے نیچے سے چشمہ جاری ہو گیا۔ جہاں ماں بیٹا نہائے اور بدن صاف کیا۔

مریم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ "جا بیت المقدس میں اپنی جگہ پر بیٹھ۔ اگر کوئی تجھ سے پوچھے۔ تو کہہ دے۔ کہ میں کسی سے بات نہ کرونگی"

پس حضرت عیسیٰؑ کو لے کر بیت المقدس میں آگئیں۔ لوگ یہ حیرت خیز واقعہ سن کر آنے لگے۔ حضرت مریم نے اشارہ سے کہا۔ کہ "اس سے پوچھو۔ میں روزہ دار ہوں۔ کسی سے نہ بولوں گی"

تب یہودیوں نے لڑکے کے جھولے کے پاس جا کر کہا۔



Marfat.com

"کہو لڑکے! تیرا باپ کون ہے"؟
اس وقت حق تعالیٰ نے لڑکے کو قوت گویائی عطا کر دی۔ وہ بولا۔
"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے۔
نبوت عطا کی۔ اور برکت و رحمت فرمائی۔ مجھے خوش نصیب
بنایا۔ مجھ پر خدا کا سلام ہے۔ خدا کی رحمت میرے شاملِ حال
رہے گی"۔
جب یہودیوں نے ایک ننھے بچے کے منہ سے یہ الفاظ سُنے۔ تو انہیں
یقین ہو گیا۔ کہ واقعی یہ ایک غیر معمولی ہستی ہے۔
مریم اب بالکل پاک و صاف تسلیم کی گئی۔ تمام الزام اور وسوسے
دُور ہو گئے۔
حضرت عیسیٰؑ اپنی قوم کے ایک برگزیدہ انسان تصوّر کئے گئے۔ اور
مریم کو "مقدس مریم" کہنے لگے۔

---

وجودِ زن سے تصویرِ کائنات میں رنگ
اِسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریّا سے مشتِ خاک اسکی
کہ ہر شرف ہے اِسی درج کا دُرِ مکنوں
(علاّمہ اقبالؒ)



Marfat.com

# بابِ دُوم



Marfat.com

# حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

حضرت رسول کریمؐ لڑکپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ دوسرے شہروں میں تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ چند سال میں ان کو اچھا تجربہ ہوگیا دیانتدار تھے۔ نیک تھے۔ فرض شناس تھے۔ اس لئے کاروبار میں خوب منافع ہوتا تھا۔ لوگ ان کو "امین" کہتے تھے۔ اور تمام اہل مکہ ان کے حسن اخلاق کی وجہ سے عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں۔ مگر مالدار اور صاحب ثروت۔ انہوں نے جب آں حضرت کی شہرت سنی۔ تو بلا کر اپنی تجارت میں شامل ہونے کے لئے عرض کیا آپ رضامند ہوگئے۔ کاروبار شروع کر دیا۔ دن بدن منافع ہونے لگا حضرت خدیجہؓ آپ کی خوبیوں اس قدر متاثر ہوئیں۔ کہ آپ سے نکاح کر لیا۔

حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس سال تھی۔ اور حضورؐ کی پچیس



Marfat.com

سال۔ مگر یہ فرق کوئی فرق نہ تھا۔ محبت، باہمی حسن سلوک، اور باہمی مدارات نے یہ تمیز بالکل نہ رہنے دی۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں۔

ابتدائے اسلام میں آں حضرت کو بہت مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر حضرت خدیجہ رضؓ نے نہایت محبت و غمگساری سے آپ کی امداد کی۔ اور ہر مشکل مرحلے پر آپ کے شریک حال رہیں۔

حضور بھی آپ کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ

"ایک دن آں حضرت نے خدیجہ کو یاد فرمایا۔ میں نے کہا۔ وہ تو ایک بڑھیا تھیں۔ جو دنیا سے گذر چکیں۔ اب آپ انہیں کیا یاد کرتے ہیں۔ خدا نے آپ کو ان سے اچھی بیوی دی ہے"

یہ سن کر آپ کو غصہ آ گیا۔ فرمانے لگے :۔

"نہیں ہرگز نہیں! خدا کی قسم اُن سے اچھی بیوی مجھے کوئی نہیں ملی۔ وہ اس وقت مسلمان ہوئیں۔ جب سب لوگ کافر تھے۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ تو انہوں نے دل سے سچا مانا۔ جب کوئی بھی میرا دوست و ہمدرد نہ تھا۔ تو انہوں نے زر و مال سے میری مدد کی۔ خدا نے ان سے مجھے اولاد دی"



Marfat.com

"جن دنوں سارا عرب کے مشرک اور کافر آنحضرت کے خون کے پیاسے تھے۔ آپ کو گھر آنے میں دیر ہو گئی۔ حضرت خدیجہؓ آپکی تلاش کے لئے نکلیں۔ چلتے چلتے ایک شخص ان کے سامنے آیا۔ اور آنحضرت کے متعلق پوچھنے لگا۔ یہ ڈر گئیں۔ کہ کہیں کوئی دشمن نہ ہو۔ فوراً واپس آ گئیں۔ آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو جبریل تھے۔ اور مجھ کو پیغام دے گئے ہیں۔ کہ میں تمہیں سلام پہنچانے کے بعد یہ خوشخبری سنا دوں۔ کہ بہشت میں تمہیں موتیوں سے بنا ہوا مکان ملے گا۔ جہاں ہمیشہ کے لئے دلی راحت ملیگی"۔

حضرت رسول کریم کو حضرت خدیجہؓ سے اس قدر محبت تھی۔ کہ آپ نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی آپ کے انتقال کے بعد جب کبھی گھر سے باہر جانے کا اتفاق ہوتا۔ تو ان کی تعریف ضرور کرتے۔

حضرت خدیجہؓ گھر کے کام کاج میں بہت ہشیار تھیں۔ اور آپ کا بے حد ادب و احترام کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آنحضرت کے دو لڑکے ہوئے۔ حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ۔ اور چار لڑکیاں۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمِ کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ زہرا۔

حضرت خدیجہؓ نے ہجرت سے تین سال پہلے رمضان شریف میں انتقال کیا۔

---

حضرت خدیجہؓ ایک وفادار، جاں نثار اور اطاعت شعار بیوی تھیں۔ جنہوں نے اپنے حسن کردار سے دنیا کے سب سے بڑے مصلح، خدا پرست اور بہادر انسان کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

وہ نسوانیت کی دلاویز تصویر، زوجیت کا بے نظیر مجسمہ، اور وفا و مودت کا عدیم المثل پیکر تھیں۔

---



Marfat.com

# حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

کفار کا زور تھا۔ مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت رسول کریم کے رفیق خاص تھے۔ ان حالات میں وہ بھی دشمنوں کا تختۂ مشق بنے ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ نبوت کے پانچویں سال میں پیدا ہوئیں۔ اور ناز و نعم سے پالی گئیں۔ وہ بچپن ہی میں نہایت ذہین، نیک طبیعت اور ہوشیار تھیں۔ نہایت شوق سے پڑھتیں۔ ہر بات پر غور و فکر کرتیں۔ گھر کے کام کاج میں ماں کا ہاتھ بٹاتیں۔ خاندان کے سب لوگ انہیں پیار کرتے تھے۔

جن دنوں کفار مکہ نے بنی ہاشم کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں قید کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق معہ اہل و عیال ان میں شامل تھے۔

تین سال کے بعد جب قید کا زمانہ ختم ہوا۔ تو بنی ہاشم کے لوگ

اپنے گھروں میں واپس آ گئے۔ حضرت رسول کریمؐ کو دو صدمے پیش آئے۔ ایک تو ان کے چچا ابو طالب رحلت کر گئے۔ دوسرے ان کی بیوی حضرت خدیجہؓ داغ مفارقت دے گئیں۔ آنحضرت طول رہنے تھے۔ عظیم القدر سرپرست کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ رفیقہ حیات ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئیں۔

حضرت ابوبکر بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے اپنی کمسن بیٹی حضرت عائشہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق آں حضرت کی خدمت دل و جان سے تو کرتے تھے۔ مگر اپنی بیٹی دے کر انہوں نے دلی خلوص کا ایک اور ثبوت دیا۔

ہجرت کے تیرھویں سال جب سارے مسلمان مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق معہ خاندان ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آں حضرت سے خواہش ظاہر کی۔ کہ عائشہ کو رخصت کرا کے گھر لے آئیں۔ تاکہ انہیں گھر کے کام کاج میں آسائش ہو۔

حضرت عائشہؓ نہایت اچھی تیمار دار اور سلیقہ شعار تھیں۔ وہ صرف گھریلو زندگی ہی میں آنحضرت کی خدمت نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ میدان جنگ میں بھی ساتھ رہتیں۔ جنگ احد اور جنگ خندق میں زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرتی اور مشکیزہ اٹھا کر پانی پلاتی رہیں۔



Marfat.com

ایک لڑائی کے موقعہ پر عورتوں کو حفاظت کی غرض سے قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ لیکن حضرت عائشہ بار بار میدانِ جنگ میں تشریف لاتیں۔ جنگ کے نقشوں کا معائنہ کرتیں۔ اور مناسب مشورہ دیتی تھیں۔

آپ دس سال تک حضور کی رفاقت میں رہیں۔ وہ حضور کو دل وجان سے چاہتی تھیں۔

ایک دن حضور نے فرمایا "عائشہ! میں جانتا ہوں۔ تم مجھ سے کب ناراض ہوتی ہو۔ اور کب خوش ہوتی ہو"

حضرت عائشہ نے کہا۔ "آپ کیسے جان لیتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا "کہ جب تم خوش ہوتی ہو۔ تو اس طرح کہا کرتی ہو۔ کہ "مجھے محمدؐ کے پروردگار کی قسم" اور جب ناراض ہوتی ہو۔ تو کہا کرتی ہو۔ کہ "مجھے ابراہیمؑ کے پروردگار کی قسم"

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ "بالکل درست ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔ دلی محبت میں کمی نہیں آتی"

جب حضور دنیا سے رخصت ہوئے۔ تو ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ اس کے بعد اڑتالیس سال تک زندہ رہیں۔ یعنی کل ۶۷ سال عمر پائی۔ خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا۔ امیر معاویہ کے عہد خلافت میں بھی ۱۸ سال تک



Marfat.com

زندہ رہیں۔

حضرت علی کے عہدِ خلافت میں آپ نے حضرت عثمان کے قاتلوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت علی کے خلاف جنگ میں شریک ہوئیں، مگر اس واقعہ پر آپ نے ہمیشہ اظہارِ افسوس کیا۔

علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ ایک چوتھائی دین حضرت عائشہ کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ آپ نے تقریباً اڑھائی ہزار حدیثیں پیش کیں۔ جن کے اندر دین کے بڑے بڑے مسائل بیان کئے گئے۔

امام زہری کا بیان ہے۔ کہ اگر تمام مردوں کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے۔ تو حضرت عائشہ کا علم ان سب سے بڑھ جائے گا۔

آپ عبادت گذار۔ پاک دامن اور پردہ کی حامی تھیں۔ صدقہ اور خیرات کا خاص خیال تھا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے جو آپ کے بھانجے اور منہ بولے بیٹے تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک لاکھ دینار بھیجے۔ اس دن آپ روزے سے تھیں۔ آپ نے حاجت مندوں کو بلا کر ساری رقم اسی وقت تقسیم کر دی۔ اور اپنے پاس اتنا بھی نہ رکھا۔ جس سے شام کو روزہ افطار کرنے کا بندوبست ہو جاتا۔ آپ قربانی اور ایثار پیکر تھیں۔ چنانچہ آپ نے حضور صلعم کے پہلو میں اپنی قبر کے لئے جو جگہ رکھی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ

کی درخواست پر انہیں دے دی۔

حضرت عائشہؓ کے یہ جذبات فطری تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی۔ اور آں حضرت صلعم کی حرم محترم! سونے پر سہاگہ۔

---

حضرت عائشہؓ کی زندگی شوہر پرستی سے علم و قابلیت، محبت و ایثار اور بخشش و سخاوت کا ایک بے نظیر نمونہ تھیں۔ دختران اسلام کو ان کے سوانح حیات کو مشعل راہ بنا کر سفر زیست میں گامزن ہونا چاہیئے۔

---



Marfat.com

# حضرت فاطمہ زہرا رضہ

کون مسلمان نہیں جانتا ــــــ کہ ــــــ حضرت فاطمہ ــــــ جن کا باپ سردار انبیا تھے اور ماں حضرت خدیجہ رض الکبریٰ تھیں۔ جب ذرا بڑی ہوئیں والدین کے تمام اوصاف اُن کے ننھے وجود اور بچپن کی حرکتوں میں جھلک رہے تھے۔ شریف طبع، نیک خیال، فرماں بردار اور سلیقہ شعار تھیں۔ نہایت رحم دل، اور نیک خصلت، گھر کی لاڈلی، عزیز و اقارب کی پیاری، حضرت رسول کریم، اور حضرت خدیجہ رض سے انہیں بے حد محبت تھی۔ عام بچوں سے بالکل مختلف طبیعت پائی تھی۔ نہ کھیل کود کا خیال۔ نہ شوخی شرارت کی عادت۔ سب سے الگ تھلگ رہتیں۔ اور گھر کے پاکیزہ مشاغل میں اپنا وقت صرف کرتیں۔

ایک دن کسی کافر نے حضور کے سر مبارک پر خاک ڈال دی۔ آپ گھر تشریف لائے۔ تو ننھی فاطمہ بہت بے چین ہوئیں۔ فوراً پانی لائیں۔ اور آنحضرت



Marfat.com

کا سر دبانے لگیں۔ باپ کی یہ توہین دیکھ کر آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

حضور نے بیٹی کی یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا۔ "بیٹی گھبراؤ نہ، خدا خود تمہارے باپ کی حفاظت کریگا"۔

پانچ سال کی عمر میں آپ کی پیاری ماں وفات پا گئیں۔ حضورؐ انہیں دفن کر کے گھر آئے۔ تو فاطمہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ابا جان! میری اماں کو کہاں چھوڑ آئے"

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "اللہ کے ہاں"

اگرچہ ماں کی جدائی کے صدمے سے بچی کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ مگر "اللہ" کا لفظ سن کر اس طرح خاموش ہو گئی۔ جیسے دل کو سکون مل گیا۔

حضرت علی آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ جس نے حضور کو پرورش کی۔ اور نازک ترین زمانے میں آپ کا ساتھ دیا۔ حضرت علی آٹھ سال کی عمر میں آنحضرتؐ پر ایمان لائے۔ اور ان کی صحبت میں ان تمام خوبیوں کے مالک بن گئے۔ جو ایک مرد باخدا میں ہونی چاہئیں۔

حضرت فاطمہ چودہ سال کی ہوئیں۔ تو حضور نے ان کی شادی حضرت علی سے کر دی۔

شادی نہایت سادگی سے ہوئی۔ حضرت علیؓ کی کل جائداد، ایک اونٹ

ایک تلوار اور ایک زرہ تھی۔ زرہ بیچ دی گئی۔ جس کی قیمت چار سو درہم (تقریباً ایک سو آٹھ روپے) وصول ہوئے۔ یہ مہر مقرر ہوا۔ چند صحابہ کے رو برو خطبہ پڑھا۔ اور دعا کی۔ "الٰہی! اس جوڑے پر اپنی برکت اور رحمت نازل کر"

ایک ماہ کے بعد بتولِ جنت حضرت علیؓ کے ہاں رخصت کر دی گئیں رخصت کے وقت حضور نے فرمایا:-

"علی! پیغمبر کی بیٹی مبارک ہو۔ یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔
اس کی رضامندی خدا اور رسول کی رضامندی ہے"

ذیل کی اشیاء حضور نے بیٹی کو جہیز میں دیں:-

ایک کھجور کے بان کی چارپائی، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے۔ ایک چمڑے کی چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، دو مٹی کے پیالے، ایک آٹا پیسنے کی چکی، ایک کھجور کی جائے نماز"

---

آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا۔ خود فاقہ سے ہوتیں لیکن سوالی کو گھر سے مایوس نہیں جانے دیتی تھیں۔ ایک ضعیف العمر شخص لڑکھڑاتا ہوا آیا کئی وقت سے بھوکا، اور بدن پر کپڑا بھی نہیں تھا۔ اس روز ان کے ہاں بھی



Marfat.com

فاقہ تھا۔ کوئی چیز گھر میں کھانے کے لئے نہ تھی۔ حضرت فاطمہ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک زیور کسی نے تحفے کے طور پر بھیجا تھا۔ وہی اٹھا کر دے دیا۔ اور کہا۔ "اسے بیچ کر کھانے کا سامان کر لو۔" گھر میں مینڈھے کی ایک کھال تھی جس پر بچے سویا کرتے تھے۔ وہ اسے دے کر رخصت کر دیا۔

---

ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ "اگر کسی کے پاس چالیس اونٹ ہوں۔ تو کیا زکواۃ دینی چاہئے"

فرمایا۔ "میرے پاس ہوں۔ تو چالیس کے چالیس۔ اور کسی دوسرے کے پاس ہوں۔ تو چالیس میں سے ایک۔"

اسی سخاوت کی وجہ سے گھر میں تنگی رہتی تھی۔ ورنہ حضرت علی کے حصہ میں مال غنیمت اتنا آتا تھا۔ کہ کوئی تکلیف نہ ہوسکتی تھی۔ مگر یہ سخاوت کیوں نہ ہوتی۔ آخر اس باپ کی بیٹی تھی۔ جس کا ارشاد تھا۔ "اگر اُحد کا پہاڑ سونے کا بنا دیا جائے۔ تو میں اس وقت تک نہ اٹھونگا۔ جب تک سارے کا سارا غریبوں میں تقسیم نہ کر دوں۔"

---

حضرت فاطمہ کو حضور کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ ان کی زندگی بے لطف اور طبیعت اداس ہوگئی۔ اس کے بعد کبھی آپ کے لبوں پر



Marfat.com

مسکراہٹ نہیں آئی۔ چہرہ ایک مرجھایا ہوا پھول بن گیا۔ جسے کوئی بہار ترو تازہ نہ کر سکی۔

عمر صرف اٹھائیس اور انتیس سال کے درمیان تھی۔ ایک دفعہ دن بھر روزے سے رہیں۔ رات کو تہجد کی نماز میں کھڑی تھیں۔ اچانک ایک ایسا چکر آیا۔ اور اس زور سے گریں۔ کہ سخت چوٹ آئی۔ اسی چوٹ نے مرض کی صورت اختیار کر لی۔ اور تھوڑے علیل رہ کر اپنے باپ کے قدموں میں آرام کی نیند جا سوئیں۔

حضرت علی اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔

"اے اللہ کے رسولؐ! آپ کے رخصت ہو جانے کے بعد آپ کے جگر کا ٹکڑا میرے لئے باعث تسکین تھا۔ مگر آپ کی یہ نشانی اب میرے ہاتھ سے جا رہی ہے۔ اب میں اس وقت تک غمگین رہوں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے بھی وہاں نہ بلا لے۔ جہاں آپ ہیں۔"

---

حضرت فاطمہ —— خاتونِ جنت۔ عالم نسوانی کی سردار —— کتنی نیک۔ شریف۔ سخی اور عبادت گذار تھیں۔

باوجود معمولی جہیز، غربت و افلاس اور تنگ حالی کے نہایت

خوشی اور مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہیں۔ جس پر آپ بھی خوش، شوہر بھی خوش، اور اولاد بھی خوش۔

وہ دنیا کی شان و شوکت سے متنفر تھیں۔ دولت و مال کی اُن کی نگاہوں میں کوئی قدر نہ تھی۔ قیمتی لباس کی خواہش سے بے نیاز تھیں خاوند کی خدمت، اولاد کی پرورش اور خدا کی عبادت ان کی زندگی کا بہترین مشغلہ تھا۔

عورت کی زینت خاوند کی اطاعت، عورت کا لباس زہد و تقویٰ عورت کا اثاثہ صبر و قناعت اور عورت زیور یادِ خدا ہے۔ مبارک ہے وہ عورت جس کو خدا نے یہ چیزیں عنایت کی ہوں۔

---

# فاطمہ ہمشیرہ حضرت عمرؓ

قبیلہ قریش کا ایک بہادر جو مسلمانوں پر ظلم کرنے اور انہیں صراط مستقیم سے بہکانے میں سب سے پیش پیش تھا۔ وہ صاحب رسوخ تھا۔ دلیر تھا۔ اور اپنی طاقت پر نازاں تھا۔ جب اپنے مقصد میں ناکام رہا تو تعصب میں از خود رفتہ ہو کر گھر سے نکلا۔ آنکھیں فرط غضب سے سرخ تھیں۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔ ہاتھ میں ننگی تلوار۔ نہایت جلدی جلدی قدم اٹھا رہا تھا۔

ایک دوست سامنے سے آیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر پوچھا:۔

"عمر! کیا ہے۔ یہ تلوار لئے کہاں جا رہے ہو؟"

"نعیم! مت پوچھو۔ محمدؐ نے قوم میں ابتری پھیلا رکھی ہے۔ گھر گھر میں لڑائی۔ باپ بیٹے میں فساد۔ ماں بیٹی ایک دوسرے کی مخالف، بھائی بھائی لڑ رہے ہیں ـــــ کسی نظر نہ آنے والے خدا کی پرستش کا پیغام۔ لات و عزیٰ

کی مخالفت - ہبل کی بے حرمتی - کوئی کہاں تک برداشت کرے - آج میں نے عہد کر لیا ہے - کہ مدعیٔ نبوت کا خاتمہ کر دوں - دیکھئے عمر کامیاب ہوتا ہے - یا خدا اپنے نبیؐ کی جان بچاتا ہے "

نعیم - (قہقہہ لگا کر) "بھائی! پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو"

عمر - "میرے گھر میں کیا ہے ؟"

نعیم - "تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں "

عمر - "یعنی مرتد ہو چکے ہیں - سچ ؟"

نعیم - "اور جھوٹ !"

عمر - "چراغ تلے اندھیرا "

نعیم - "واقعی - تمہیں اب تک خبر نہ ہوئی "

عمر - "نہیں ! ورنہ ــــــ"

نعیم - "ورنہ کیا ــــــ جو کرنا ہے - اب کر دکھاؤ "

فوراً پلٹے - بہن کے یہاں پہنچے - وہ قرآن پڑھ رہی تھیں - ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں ــــــ اور قرآن کے اجزا چھپا لئے - لیکن آواز کانوں میں پڑ چکی تھی -

بہن سے پوچھا - "یہ کیسی آواز تھی ؟"

بہن نے جواب دیا - "یونہی - کچھ نہیں "

عمر۔ "آخر کیا پڑھا جا رہا تھا۔ میں سن چکا ہوں۔ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔"
وہ ابھی جواب نہ دینے پائی تھی۔ کہ عمر بہنوئی پر باز کی طرح جھپٹے۔ اور اسے زدوکوب کرنے لگے۔

فاطمہ ان کی بہن بیچ بچاؤ کے لئے آگے بڑھیں۔ تو انہیں بھی ایسا مارا کہ جسم لہولہان ہو گیا۔ لیکن اسلام کی حرارت تیز ہو گئی۔ اس تشدد نے ان کا عقیدہ اور راسخ کر دیا۔

وہ بولیں۔ "عمر! جو بن آئے کر لو۔ لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔"
ان الفاظ کا عمر کے دل پر خاص اثر ہوا۔ بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کے جسم سے خون جاری تھا۔ یہ حالت دیکھ کر رقت طاری ہو گئی۔
کہا۔ "تم لوگ جو پڑھ رہے تھے۔ مجھے بھی سناؤ۔"
فاطمہ نے قرآن کے اجزا سامنے لا کر رکھ دیئے۔ اٹھا کر دیکھا۔ تو یہ سورۃ تھی:۔

"زمین و آسمان میں جو کچھ ہے۔ سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں۔
وہ غالب حکمت والا ہے۔"

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔

"خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔"
بیساختہ پکار اُٹھے۔



Marfat.com

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، و اشہد ان محمد رسول اللہ"

تمام غصہ کافور ہو گیا۔ دل میں سکون اور چہرے پر اطمینان کے آثار پیدا ہو گئے۔ وہاں سے اٹھے۔ اور آستانہ مبارک پر پہنچے۔ دروازہ کو دستک دی چونکہ شمشیر بکف تھے۔ صحابہ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت حمزہ نے کہا۔ "آنے دو۔ مخلصانہ آیا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا"

حضرت عمر نے آگے قدم رکھا۔ تو آنحضرت خود آگے بڑھے۔ ان کا دامن پکڑ کر فرمایا۔

"کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو۔"

نبوت کی پُر جلال آواز سے ان کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی۔ "ایمان لانے کے لئے"

آنحضرت اور صحابہ نے اس زور سے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا۔ کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

---

فاطمہ — کمزور فاطمہ — کا خلوص کام کر گیا جس نے ایک دشمن بھائی کو آستانۂ اسلام پر سجدۂ نیاز کے لئے مجبور کر دیا۔ اس کا صدق غالب آیا۔ اور عمر کا جذبۂ باطل کافور ہو گیا۔

---



Marfat.com

# عاصمہ اور نفیسہ

عاصمہ ـــــ جانباز عاصمہ ـــــ قبیلہ عامر کی بے خوف لڑکی اس کا باپ حارث بن قیس ـــــ قریش مکہ میں اسلام دشمنی کے لئے خاص شہرت رکھتا تھا۔

مگر عاصمہ کے دل میں اسلام کا شعلہ بھڑک رہا تھا۔ جس سے اس کے کفر کے جذبات خاکستر ہو گئے تھے۔ وہ رسولِ خدا کی جاں نثار کنیز تھی۔

آنحضرت مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے۔ اس کے لئے حضرت رسول خدا کے قدموں میں زندگی بسر کرنا سعادت دارین تھا۔ اس نے عہد کر لیا "چاہے ماں باپ مجھے مار ڈالیں۔ مگر میں مدینہ ضرور پہنچوں گی"

ایک دن اس کے ماں باپ اور رشتہ دار مکہ سے باہر گئے۔ اور عاصمہ اللہ کا نام لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ حارث جلد ہی گھر واپس آیا۔



Marfat.com

جب عاصمہ کو وہاں نہ پایا۔ تو آگ بگولا ہوگیا۔ چنانچہ اسے قتل کر دینے کا فیصلہ کرکے اس کے چچا اور ماموں کو ساتھ لے کر اس کی تلاش کے لئے نکلا۔ تھوڑی دُور چل کر راستہ ہی میں عاصمہ کو پکڑ لیا۔ اور مارتے پیٹتے اسے گھر واپس لے آئے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ غریب کی ساری اُمیدیں فنا ہوگئیں۔

مدینہ میں جب اس دردناک واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو طبقۂ نسواں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مگر کیا کر سکتی تھیں۔ بیچاری عاصمہ مبتلائے مصیبت تھی۔ تکلیفیں سہتی تھی۔ اور اسلام کا دم بھرتی تھی۔

چند روز کے بعد ایک شامی سوداگر مکہ میں آیا۔ اور ایک عالی شان مکان کرائے پر لے کر کاروبار شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس نے اپنی ساکھ قایم کرلی۔ حسن سلوک، خوش معاملی اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت سب اس کے گرویدہ ہوگئے۔

ایک دن عاصمہ کا باپ حارث اُدھر آ نکلا۔ سوداگر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کرکے بے حد تواضع کی۔

حارث۔ "آپ کا اسم شریف؟"

سوداگر۔ "عامر بن سہیل۔"

حارث۔ "کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

عامر۔ "شام سے۔"

حارث۔ "کس غرض کے لئے؟"

عامر۔ "یونہی سیر کے لئے۔"

ایک دن حارث نے عامر کی ضیافت کی۔ کھانے کے بعد باتوں باتوں میں عامر نے کہا۔ "میں ایک مشہور شامی سوداگر ہوں۔ روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں لیکن مرضی کے مطابق بیوی نہ ملنے سے غمگین رہتا ہوں۔"

حارث تھوڑی نے تھوڑی دیر بات چیت کرنے کے بعد اپنی بیٹی عاصمہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ "آپ یہ رشتہ منظور کرلیں۔ تو میں آج ہی اس غم سے آپ کو نجات دلا دیتا ہوں۔"

عامر نے نہایت خوشی سے یہ رشتہ منظور کرلیا۔ اسی روز عاصمہ سے اس کی شادی ہوگئی۔ اور چند روز مکہ میں رہ کر بیوی کو لے کر مدینہ چلا گیا۔

مدینہ پہنچ کر کہا:۔

"بی بی! سنو۔ میں مرد نہیں۔ میرا نام نفیسہ ہے۔ اور رافع بن مالک کی لڑکی ہوں۔ تمہاری مصیبت کے دردناک واقعات سن کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے مردانہ بھیس بدل کر تمہیں اس غم سے نجات دلانے کا فیصلہ کرلیا۔ آج سے ہم دونوں بہنیں ہیں۔"

عاصمہ کو یہ راز معلوم کرکے بے حد خوشی ہوئی۔ اور نفیسہ کی اس مہربانی



Marfat.com

اور احسان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد نفیسہ اور عاصمہ نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ بہت حیران اور خوش ہوئے۔ اور عاصمہ کو حضرت عائشہ کی اُستانی مقرر کر دیا۔

عاصمہ ایک سچی مسلمان تھی۔ جسے انتہائی مصیبت میں بھی ذرا لغزش نہ ہوئی۔ وہ اتالیقی کے فرائض سے سبکدوش ہو کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئی۔ اور تقریباً چار سو عورتوں کو مشرف باسلام کیا۔ اور خدا کی عبادت و ریاضت میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

---

عاصمہ کی ثابت قدمی اور اسلام دوستی قابل تحسین ہے۔ اور نفیسہ کا جذبۂ ہمدردی اور فہم و فراست لائق آفرین۔

وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

---



Marfat.com

# بہادر عورتیں

جنگِ اُحد زوروں پر ہے۔ مسلمانوں کی فوج بہت قلیل اور کافروں کی جمیعت زیادہ۔ کافروں کا پلّہ بھاری ہے۔ اس وقت آنحضرت صلعم کے ساتھ چند جاں نثار ہیں۔ جو لڑتے بھی ہیں۔ اور اپنے سردار کی حفاظت بھی کرتے ہیں مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا۔ کافروں کی خوفناک نظریں حضرت رسول کریم پہ پڑ رہی ہیں یہ ان کی جان کے لاگو ہو رہے ہیں۔ اور بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن قمیہ آنحضرت پہ وار کرنے کو دراتا چلا آیا۔ شیر دل خاتون اُمِ عمارہ نے اسے بڑھ کر روکا۔ لیکن اس جھپٹ میں اس کے کندھے پر گہرا زخم آیا۔ اور بڑھ کر کافر پر تلوار کا وار کیا۔ مگر وہ زرہ پوش تھا۔ بچ گیا۔



Marfat.com

جب آنحضرت صلعم کی شہادت کی غلط خبر مدینہ میں پہنچی۔ تو آپ کی صاحبزادی فاطمہ زہرا بھی میدان جنگ میں آگئیں۔ اور دیکھا۔ کہ حضور کا چہرہ مبارک زخمی ہے۔ اور خون جاری ہے۔ حضرت علی اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کے لاتے تھے۔ اور آپ زخموں کو دھوتی جاتی تھیں۔ لیکن خون نہ تھمتا تھا۔ آخر کار چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم پر لگائی۔ اور خون بند ہو گیا۔

---

ایک عورت کا باپ، بھائی اور خاوند تینوں جنگ میں شریک تھے۔ وہ حضرت رسول کریم کی شہادت کی خبر سن کر میدان کارزار میں آئی۔

کسی نے کہا "افسوس تمہارا باپ شہید ہو گیا" دوسرے نے بتایا "اور بھائی بھی" تیسرا دردانگیز لہجہ میں بولا "اور تمہارا شوہر کام آیا"

عورت سکون خاطر سے پوچھنے لگی "یہ بتاؤ۔ آنحضرت خیریت سے ہیں"

جواب ملا "ہاں وہ سلامت ہیں"

عورت بیتابانہ آنحضرت صلعم کے پاس آئی۔ چہرہ مبارک دیکھ کر پکار اٹھی "آپ سلامت ہیں۔ تو مجھے کوئی غم نہیں۔ باپ، بھائی اور شوہر سب آپ پر قربان"

---

رسولِ خدا کی پھوپھی حضرت صفیہ نے اپنے حقیقی بھائی حضرت حمزہ کی



Marfat.com

شہادت کی خبر سُنی۔ تو نعش دیکھنے آئیں۔ تو حضور نے ان کے بیٹے زبیر کو کہا۔ کہ اپنی ماں کو روکو۔ کہ نعش پر جانے نہ پائے۔

حضرت زبیر نے انہیں منع کیا۔ تو کہنے لگی :۔

"میں اپنے بھائی کا حال سن چکی ہوں۔ میں نہ روؤں گی۔
نہ نوحہ کروں گی۔ دیکھوں گی، اور صبر کروں گی۔ خدا کی راہ میں
یہ کوئی بڑی قربانی نہیں"

لاش پر گئیں، دیکھا، کہ عزیز بھائی کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں دل بیقرار ہو گیا۔ مگر اُف تک نہ کی۔ اور ضبط کر کے چپ رہیں۔ خدا سے دعائے مغفرت مانگی۔ اور خاموشی سے واپس چلی آئیں۔

---

یہ واقعات ——— دلیری ——— محبت ——— صبر اور ضبط کی روشن مثالیں ہیں۔ جن سے دخترانِ اسلام کو اپنی زندگی منور اور تابناک کرنی چاہیئے۔ عورت محض آرام و راحت، اور ناز و نعم کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ قوم کی ہر مصیبت میں، جاں سپارانہ حصّہ لینا اس کا مقدّس فرض ہے۔

---

# جانباز دُلہن

فاروق اعظم کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا اسلام کے بہادر بڑھ بڑھ کر دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ ان میں ایک بہادر خاتون "اُم ابان" بھی تھیں۔ جو اپنے شوہر کے ساتھ دشمنوں سے برسرِ پیکار تھیں۔ اس کی شادی کو چند ہی روز ہوئے تھے۔ شادی کا جوڑا ابھی میلا نہیں ہوا تھا۔ بیاہ کے دن کی مہندی ہاتھوں پر موجود تھی یہ میاں بیوی جوشِ جہاد میں دمشق کی جانب مجاہدین کی فوج کے ساتھ تیز گام تھے۔

دمشق پہنچے۔ محاصرہ شروع ہوا۔ اُم ابان کا نوجوان دولہا شمشیر خارا شگاف کے جوہر دکھا رہا تھا۔ کہ دشمن کا تیر قضا بن کر آیا۔ اور وہ وہیں شہید ہو گیا۔



Marfat.com

لیکن اُمِ اُبان نے نہایت صبر و ضبط سے کام لیا۔ آنکھیں غم کے آنسوؤں سے نمناک تھیں۔ مگر لبوں پر نہ آہ تھی، نہ چہرے پر اضطراب۔ لاش کے پاس کھڑی ہے اور سکون خاطر سے کہہ رہی ہے۔

"مبارک! اے میرے جان سے پیارے شوہر مبارک۔ تمہیں رحمتِ خدا کا سایہ مبارک۔ تمہیں اسی خدا نے طلب فرما لیا۔ جس نے ہم دونوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کیا تھا۔ اور اپنی مرضی سے جدا کر دیا۔ اب میں تمہاری موت کا بدلہ لونگی۔ اس کے بغیر مجھے چین نہیں آئے گا۔ میں جلدی تمہارے پاس آؤں گی"۔

نوجوان بیوہ نے لاش کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور اسے قبر کے آغوش میں لٹا کر شیر کی طرح میدان میں در آئی۔ اور آن کی آن میں وہاں جا پہنچی جہاں تلواروں کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ اور تیروں کی بے پناہ بارش ہو رہی تھی۔

روم کا بہادر شہسوار، دمشق کا حاکم ٹامس خود میدان جنگ میں نبرد آزما تھا۔ اُمِ اُبان تیر پر تیر برسا رہی تھی۔ کہ اس کا ایک تیر رومیوں کے علم بردار کے ہاتھ پر ایسا لگا۔ کہ جھنڈا ہاتھ سے گر پڑا۔ پھر اس کا ایک تیر ٹامس کی آنکھ پر پڑا، اور لگتے ہی پھل کا بہت سا حصہ آنکھ کے اندر پیوست ہو گیا۔

ٹامس کے ہوش اُڑ گئے۔ اور آنکھ پر ہاتھ رکھ کر میدان سے بھاگ

نکلا۔ سردار کی یہ حالت دیکھ کر فوج بھی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ لڑائی کا سلسلہ جاری تھا۔ چند روز کے بعد ایک دفعہ رات کو پھر جنگ کا بازار گرم ہوا۔ اُم ابان تیر و کمان لے کر میدان کے درمیان جا پہنچیں۔ ہر ایک سے اپنے شوہر کا پتہ پوچھتی۔ اور تیر مار مار کر دشمنوں کو ہلاک کرنے لگی۔

اس نوجوان دلہن، بہادر خاتون نے اپنے ایک شوہر کے بدلے ہزاروں رومیوں کو تیروں کا نشانہ بنایا۔

---

قرونِ اولیٰ کے مرد بہادر تھے۔ لیکن عورتیں بھی اُن سے کم نہ تھیں۔ وہ رزم و پیکار کو بہترین شغلہ سمجھتی تھیں۔ مگر اب رقص و طرب دلچسپی کا موجب، وہ میدان جنگ کے مناظر سے مسرت اندوز ہوتی تھیں۔ مگر آج متحرک تصویریں ان کی تفریح کا سامان ہیں۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

---



Marfat.com

# بہادر خولہ

دمشق عیسائیوں کے قبضے میں ہے۔ اور اسلامی فوج اس پر قبضہ کرنے کے لیے حملے پر حملہ کر رہی ہے۔ اسلامی فوج کے کمانڈر گرفتار ہو گئے۔ حضرت خالد سالارِ اعظم کو جب یہ افسوسناک خبر پہنچی۔ تو خود فوج لے کر میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ خوبصورت نوجوان اُن کے سامنے آگے بڑھا جا رہا ہے۔ چہرے پر قہر و غضب کی بجلیاں تڑپ رہی ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے۔ اور ٹوٹا ہیں دشمن کی فوج پر۔ الٰہی یہ کون ہے!

اِدھر حضرت خالد نے دشمن کی بے شمار فوج کا صفایا کر دیا۔ اُدھر وہ نوجوان اُنہیں شکست پر شکست دے رہا ہے۔ حضرت خالد سے نہ رہا گیا۔ اور پوچھا۔

"اے عرب کے لال! تو کون ہے۔ اور کس خوش نصیب باپ کا بیٹا ہے۔ تیری جرأت اور ہمت پہ آفرین"



Marfat.com

نوجوان نے ادب سے جواب دیا۔

"میں مرد نہیں، عورت ہوں۔ اور ضرار میرے بھائی ہیں۔ جب سے رومی انہیں پکڑ کر لے گئے ہیں۔ میں ان کی جدائی میں دیوانی ہو رہی ہوں۔ ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر ان کا پتہ نہیں ملا۔"

**خالد** ۔ (حیران ہو کر) "خولہ! شاباش بہادر خولہ۔ بہن ہو تو ایسی ہو جس نے اپنے بھائی کی خاطر جان تک کی پروا نہیں کی۔ مرحبا خولہ!"

**خولہ** ۔ "مجھے ضرار جان سے عزیز ہیں۔ اگر ایسی ہزار جانیں ہوں۔ تو ان پر قربان کر دوں۔"

**خالد** ۔ "خدا تمہارے ارادے میں برکت دے۔"

اس کے بعد دونوں نے پھر حملہ کیا۔ اور ایک نوجوان کو گرفتار کر کے لے آئے۔ اس سے پوچھا۔ "کیا تمہیں ضرار کی کوئی خبر ہے؟" پہلے تو اس نے کہا "نہیں۔" لیکن پھر بول اٹھا۔ "ہاں! وہ فلاں سڑک پر دو سو سواروں کی حراست میں جا رہے ہیں۔"

حضرت خالد کوئی تدبیر سوچنے لگے۔ مگر خولہ پکار اٹھیں۔ "میں ضرور جاؤں گی۔ اور اپنے بھائی کو چھڑا کر لاؤں گی۔"

وہ فوراً دو سو سوار لے کر چل پڑیں۔ اور اسی سڑک پر پہنچ کر انہیں حضرت ضرار کی شکل نظر آ گئی۔ جو نہایت درد سے یہ اشعار پڑھ



Marfat.com

رہے تھے۔

"کاش! وہ باوفا بہن خولہ، یا میرے خالد سپہ سالار
نالۂ دردو رنج سن لیتے، دیکھتے۔ یا میری یہ حالت زار

---

ان کی آواز میرے کانوں میں گونج کر کو ہسار سے آتی
ہو مبارک۔ نہ کوئی فکر کرو آرہے ہیں ہم اے ضرار ابھی

---

آکے آندھی کی طرح چھا جاتے دشمنوں کے نہ رہتے ہوش بجا
جاکے مل جاتا اپنے لشکر میں قید سے غیر کی میں ہو کے رہا"

---

یہ اشعار سن کر خولہ سے نہ رہا گیا۔ اور فوج کو خدا حافظ کہہ کر بھائی کو رہا کرانے کے لئے چل پڑی۔

سواروں نے روکا۔ مگر وہ نہ رکی۔ یہ دیکھ کر باقی سوار بھی حملے کے لئے روانہ ہو گئے۔ رومی بالکل بے خبر تھے۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا ایک فلک شگاف نعرہ لگایا۔ اور تلواریں سونتنا کر دشمن پر جا پڑے۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بہت سے مارے گئے۔

بہن بھائی گلے ملنے لگے ۔ اور ہر طرف سے مبارکباد کی صدائیں آنے لگیں۔ مگر خولہ شادی مرگ ہوگئیں ۔

بہادر خولہ ، ارادہ کی پکی خولہ ، اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی۔ خدا اس پر رحمت کے پھول برسائے۔ بھائی آزاد ہوگیا۔ اور وہ دنیا کی قید سے آزاد ہوگئیں

ختم

# اسماء بنت ابو بکر صدیق رض

بنو اُمیہ کا خلیفہ عبدالملک شام، عراق اور قرب و جوار کے علاقوں پر حکمران تھا۔ اب اس کی خواہش تھی۔ کہ عبداللہ بن زبیر والی مکہ پر حملہ کر کے کل اسلامی سلطنت کا وارث بن جائے۔

چنانچہ اس نے پانچ ہزار جرار فوج کے ساتھ حجاج بن یوسف کو بھیجا۔ مگر افسوس کہ عبداللہ بن زبیر کے دو ہزار آدمی دشمن کے ساتھ جا ملے حتیٰ کہ ان کے بیٹے بھی ساتھ چھوڑ گئے۔

سات آٹھ ہزار کا لشکر جرار مکہ کی طرف بڑھا۔ شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور حجاج بن یوسف نے کعبہ پر آگ برسانی شروع کر دی۔ عبداللہ بن زبیر بیت اللہ شریف سے نکل کر گھر کی طرف آئے۔ اور والدہ محترمہ اسماء بنت حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت نوے



Marfat.com

برس تھی۔ مگر بڑی حوصلہ مند اور صاحب ہمت۔ عبداللہ نے دشمن کی طاقت۔ اپنوں کی بیگانگی۔ اور فوج و سپاہ کی غداری کا حال بیان کیا والدہ نے فرمایا:۔

"بیٹا! اگر تم حق پر ہو۔ تو ہمت نہ ہارو۔ تمہارے والد بھی بہادر تھے۔ انہوں نے بھی میدان جنگ میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ عرب کے لئے ذلت کی موت مرنا شرم کی بات ہے عزت کی موت مرنا ہی شریف بہادروں کا کام ہے۔ بنی امیہ کے آگے سر جھکا کر اپنے خاندان کو بدنام نہ کرنا۔"

عبداللہ نے اپنی شریف اور بہادر والدہ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور کہا:۔

"مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی۔ دیکھو۔ میری موت پر زیادہ غم نہ کرنا۔"

والدہ مکرمہ نے جواب دیا:۔

"مجھے اللہ پر بھروسہ ہے۔ اور تمہیں اس کے سپرد کرتی ہوں۔"

غرضیکہ عبداللہ بن زبیر والدہ سے رخصت حاصل کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ بے شمار دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ لیکن آپ تنہا

رہ گئے تھے۔ ایک بڑی فوج کا کہاں تک مقابلہ کرتے۔ آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور خود دار والدہ کی ہدایت کے مطابق بنو اُمیہ کے آگے سر نہ جھکایا۔

حضرت اسماء کو جب بیٹے کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ تو فرمایا:۔

"مشیت ایزدی یہی تھی۔ شکر ہے کہ میرا بیٹا حق و صداقت کی حمایت میں لڑتا ہوا شہید ہوا۔ وہ اپنے باپ کے پاس گیا۔ نانا سے جا ملا۔ مجھے بھی وہیں جانا ہے"۔

---

ایک ضعیف العمر عورت جس کا کوئی اور سہارا نہ تھا۔ اپنے جوان بیٹے کو میدانِ جنگ میں بھیجتی ہے۔ حالات خطرناک ہیں۔ مگر اسے تلقین کرتی ہے۔ کہ "تمہارے والد بھی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ تم شہید ہو جاؤ مگر راستی کو نہ چھوڑنا"۔

آج کل کی ماؤں کے لئے یہ درس عبرت ہے۔ جو اپنے بیٹے کو اندھیرے میں باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ اپنی بزدلی سے ان کے حوصلے کو پست کر دیتی ہیں۔

---



Marfat.com

"وہ تمہارا لباس ہیں، اور تم اُنکا۔
یعنی عورت کا وجود مرد کے لیئے، نہ صرف
اہم ہے، بلکہ باعث زینت بھی۔"
(قرآن کریم)

Marfat.com

# بابِ سوم

# اُمّتہ الحبیب

امیر تیمور کا دربار آراستہ ہے۔ اُمرا و وُزرا حسب مراتب بیٹھے ہیں سپاہی ننگی تلواریں نکالے کمربستہ کھڑے ہیں۔ تیمور فتح کی خوشی میں مست ہے، ایسا مست، جیسے کہ بہت سی شراب پی کر کوئی رندِ قدح خوار آپے میں نہیں رہتا۔ سر پہ تاج مرصع، بدن پر شاہانہ لباس، شمشیر کھینچی ہوئی۔ آنکھیں چیتے کی طرح خون آلود۔ نہایت رعب و جلال سے کہنے لگا۔

"بایزید ـــــ کہاں ہے وہ بایزید ـــــ جس نے ہماری نافرمانی کی۔ ہمارے مقابلہ میں آیا۔ اور شکست کھائی اسے معلوم نہ تھا۔ کہ شیر کے ساتھ پنجہ آزمائی کے لئے آیا ہے۔ وہ شیر ـــــ جس سے انسان تو انسان شیر بھی آنکھ چُراتے ہیں۔ اب قدرِ عافیت معلوم ہو جائے گی۔ جبکہ خنجر آبدار سے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ بس ہمارا حکم ہے کل اس



Marfat.com

کا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دو۔"

چوبدار حاضر ہوتا ہے۔ اور سر جھکا کر عرض کرتا ہے۔ "ایک جوان سپاہی حاضرِ خدمت ہونے کے لئے اصرار کرتا ہے۔"

تیمور۔ "اصرار کرتا ہے؟ ___ کیوں؟"

چوبدار۔ "حضور معلوم نہیں۔"

تیمور۔ "اچھا آنے دو۔"

سپاہی حاضر ہو کر کہنے لگا۔

"اے شہنشاہ عالی جاہ! تم نے جو بایزید پر حملہ کر کے خدا کے ہزاروں بندوں کا خون بہایا ہے۔ یہ آخر رنگ لائے گا۔ اس دنیا میں نہیں۔ تو سب سے بڑے دربار میں۔

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

یہ ایسا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز قابلِ معافی نہیں۔ تم نے ستر ہزار ترک دھوکا دے کر سرنگ کے راستے اڑا دیئے۔ یہ ترکوں کا قتل نہیں۔ بلکہ تم نے اسلام کی جڑیں کاٹی ہیں۔ کیا تم کسی مذہب کا حکم یا کسی ملک کا قانون دکھا سکتے ہو۔ جس سے کہ اس بے رحمی کے ساتھ مسلمانوں کے خون کا جواز ثابت ہو۔ لوگوں کی جان بچانے کے لئے بایزید نے نہایت عاجزی سے صلح کا پیغام بھیجا۔ مگر



Marfat.com

تم نے طاقت کے گھمنڈ میں اس پیغام کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا۔

اے شہنشاہ عالی وقار! ہم موت کے منتظر ہیں۔ تمہارے جلاد ہمارے خون میں تر کرنے کے لئے اپنے خنجر تیز کئے بیٹھے ہیں۔ اور اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب بے گناہ قیدیوں کے سر اڑانے کا ایک اشارہ ہو۔ لیکن موت کا وقت تم پر بھی آئے گا۔ ضرور آئے گا ____ اس خون ناحق اور ظلم نارو۱ کی جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ۔ جب ان بیگناہ لوگوں کی نسبت تم سے پوچھا جائے گا۔ اس سوال کا جواب تمہارے پاس کیا ہوگا۔ کیا کبھی آج تک بہادروں کی تلواریں بیگناہ قیدیوں پر بھی اٹھی ہیں۔ ہمارے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کیا تمہارا ضمیر اجازت دیتا ہے۔ کہ اس حالت میں ہمیں قتل کر دیا جائے۔ ہمارے سر کٹیں گے۔ اور تمہارا نام بہادروں کی فہرست سے کٹ جائے گا۔"

تیمور کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا۔ اور ایک جاتا تھا۔ کبھی غصہ سے سرخ پر سرخی جھلکنے لگتی تھی۔ اور کبھی خوف و ہراس سے زردی چھا جاتی تھی۔

تیمور ـــ "تو ایک ترک ہے۔ ایک قیدی ہے۔ اور بایزید کی فوج میں



Marfat.com

سے۔ اچھا ـــــــ!"

جوان قیدی نے اپنی لوہے کی ٹوپی اتار کر زمین پر پھینک دی۔ اور کہا۔

"اے سلطان! میں مرد نہیں۔ ایک ناتجربہ کار عورت ہوں۔ تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ جس قوم کی عورتیں ایسی نڈر اور جانباز ہیں۔ اس کے مرد کیسے بے خوف اور دلیر ہوں گے"!

تیمور اور اس کے درباری یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ وہ جان سپارانہ تقریر کارگر ہو گئی۔ سلطان نے پوچھا۔

"تمہارا نام؟"

"اُمتہ الحبیب۔ ترکی فوج کے ایرانی جنرل یزدانی کی بیٹی"!

بادشاہ نے اُمتہ الحبیب اور اس کے ساتھ کے تمام قیدیوں کا خون معاف کر دیا۔

اس کے بعد امیر تیمور نے اس بہادر اور عقلمند عورت کے ساتھ شادی کا ارادہ ظاہر کیا۔ جسے اس نے اور اس کے باپ نے منظور کر لیا۔ اور اُمتہ الحبیب حمیدہ بانو بن کر ہندوستان کی ملکہ کہلائی۔

---

# آغا بیگی

قرہ یوسف ترکمان نے تیموری سرحد پر حملہ کر دیا۔ بہت سا علاقہ تباہ و برباد ہو گیا ـــــــ ترکمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور ایک ایلچی کو پیغام دے کر بھیجا۔ کہ "آغا بیگی کو جو اس وقت موضع قم میں مقیم ہے۔ تبریز لے آؤ۔"

آغا بیگی کون ہے ـــــــ مرزا میراں شاہ کی بیٹی اور امیر تیمور کی پوتی۔ اس کی شادی تیموری خاندان کے ایک نہایت معزز ممتاز شخص سعد وقاص سے ہوئی۔ جو علم و فضل اور سخاوت میں یگانہ روزگار تھا۔

آغا بیگی کو جب قرہ یوسف کا وہ سفیہانہ پیغام پہنچا۔ تو اس کی رگ و ریشہ میں غم و غصہ کی بجلی دوڑنے لگی۔ اسی وقت اپنی سپاہ کو لڑائی کے لئے تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ اور خود بھی مسلح ہو کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئی آن کی آن میں جنگ شروع ہو گئی۔ تیر دشمنوں کے سینوں میں پیوست



Marfat.com

ہونے لگے۔ اور تلواریں خون کے دریا بہانے میں مصروف ہوگئیں۔

آغا بیگی نے اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ اسے فن سپہ گری کا کافی تجربہ تھا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں شامل رہتی۔ اور بڑے بڑے بہادروں پر سبقت لے جاتی تھی۔ وہ اس طرح جان توڑ کر لڑی۔ کہ قرہ یوسف کا ایلچی جو کیل کانٹے سے لیس ہو کر پیغام جنگ لے کر آیا تھا شکست کھا کر بھاگ گیا۔

آغا بیگی کی فتح مندی کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس نے نہایت دانائی اور چابک دستی سے تمام ترکمانوں کو گرفتار کر لیا۔ اور سب کے سر کاٹ کر مرزا شاہ رُخ (امیر تیمور کے بیٹے) کے پاس بھیج دیئے۔

مرزا شاہ رُخ آغا بیگی کا بہادرانہ کارنامہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ اسے خوشنودی کا پروانہ بھیجا۔ جس میں اس کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ فرمان کے شروع میں عربی کے یہ شعر مرقوم تھے ؎

آغا بیگی شجاع عورت ہے
جو بڑی صاحب فراست ہے
ایسی ہوتیں جو اور بھی عورات
کرتیں مردوں کو وہ یقیناً مات (ترجمہ)

---



Marfat.com

بہت سے مرد ہیں۔ جو عورتوں سے زیادہ کمزور اور کم حوصلہ ہیں۔

بہت سی عورتیں ہیں۔ جو مردوں سے بڑھ کر دلیر اور الوالعزم ہیں۔

مگر ایک مدت سے یہ اسلامی سیرت رو بہ انحطاط ہے۔ جن حالات و اسباب نے مردوں کو مردانِ کار نہیں رہنے دیا۔ انہیں وجوہ نے عورتوں میں بہادری کی روح باقی نہیں رہنے دی۔ شب و روز لہو و لعب اور عیش و عشرت کی گرم بازاری ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے۔ ع

شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

مگر اب کیا ہے ؂

طاؤس و رباب اوّل شمشیر و سناں آخر

بلکہ ـــــ طاؤس و رباب آمد، شمشیر و سناں غائب



Marfat.com

# ملکہ زُبَیدہ

زبیدہ ـــــ شریف طبیعت اور نیک سیرت زبیدہ ـــــ کی شادی بنی عباس کے مہدی کے فرزند ـــــ ہارون ـــــ کے ساتھ ہوئی مہدی ـــــ بڑے بیٹے ہادی کو اپنا جانشین مقرر کر چکا تھا۔ مگر ہارون کی نبرد آزمائی اور انتظامی، قابلیت دیکھ کر تاج و تخت اسی کے سپرد کر دیا۔ اسلامی تاریخ میں ہارون رشید کا نام خاص مرتبہ رکھتا ہے۔ وہ عالی مرتبہ بادشاہ رعایا پرور حکمران، اور عادل فرماں روا تھا۔

زبیدہ اس کی ملکہ ـــــ حسن و قابلیت، سخاوت و فیاضی میں اپنی نظیر آپ تھی۔ جیسا شہنشاہ ویسی شہنشاہ بیگم، قران السعدین، سورج چاند کا جوڑا جس کی ضیا پاشیوں سے ظلم و جہالت کا اندھیرا کافور ہو چکا تھا خوشی مسرت کا روشن زمانہ تھا۔ دن عید رات شب برات تھی۔

خلیفہ ہارون اپنا مختصر عہد حکومت ختم کر کے دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور اس کا بیٹا امین الرشید تخت پر بیٹھا۔ زبیدہ کے دل کا کنول مرجھا گیا۔ اس کے سدا بہار پھول جیسے چہرہ پر افسردگی چھا گئی۔ اور نرگسی آنکھیں ہر وقت نمناک رہنے لگیں۔

امین عشرت پسند اور عیش دوست تھا۔ امور سلطنت سے بہت کم دلچسپی لیتا۔ مگر اس خیال سے کہ اس کا بھائی مامون رشید اپنی ہر دلعزیزی اور قابلیت کے باعث سلطنت پر قابض نہ ہو جائے اسکی جان کا دشمن بن گیا۔ یہ چپقلش غمزدہ زبیدہ کے لئے اور بھی سوہانِ روح ہو گئی ــــ معاملہ یہاں تک طول پکڑ گیا۔ کہ دونوں بھائیوں میں جنگ چھڑی۔ امین مارا گیا۔ اور سلطنت پر مامون رشید قابض ہو گیا۔

بیٹا ــــ خواہ کیسا ہی تھا۔ زبیدہ کو سخت صدمہ ہوا۔ مگر اس نے اس صدمہ کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔

مامون زبیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا۔ مگر زبیدہ اس کو حقیقی بیٹا سمجھتی تھی اور مامون بھی حقیقی ماں سے زیادہ اس کا احترام کرتا تھا۔ زبیدہ کی فرماں برداری اس کا جزوِ زندگی تھی۔

مامون رشید کی شادی حسن بن سہیل کی بیٹی "پوران دخت" کے ساتھ نہایت تزک و احتشام سے ہوئی۔ سعادت مند مامون رشید نے زبیدہ



Marfat.com

کی دلجوئی خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھی۔ نوعروس کے خاص کمرے میں اس کے پاس صرف دو عورتوں کو بٹھایا گیا۔ ایک تو خود دلہن کی ماں تھی۔ اور دوسری زبیدہ، جو گویا ماموں کی ماں کی جگہ تھی۔ دلہن کی ماں نے اس پر موتی نچھاور کیے۔ اور زبیدہ نے رونمائی کے طور پر موتیوں کا جوڑا اس کے زیب تن کیا۔

دنیاوی دھندوں سے آزاد ہونے، اور غم غلط کرنے کی غرض سے زبیدہ ماموں رشید کی اجازت سے حج کو چلی گئی۔ عرب اس کا آبائی وطن تھا۔ وہاں دل کھول کر سخاوت کی۔ اور چھوٹے بڑے کی زبان سے زبیدہ کی توصیف و ثنا ہونے لگی۔

ریگستان عرب میں پانی کی بے حد قلت تھی۔ وہاں کے باشندے پانی کو ترستے تھے۔ پانی لانے کے لئے بہت کوشش کی گئی۔ کامیابی نہ ہوتی۔ مگر زبیدہ نے "نہر زبیدہ" بنا کر وہ فیاضی دکھائی۔ کہ اہل عرب اور حجاج کے دلوں کو سیراب کر دیا۔ وہ نہر گیارہ ساڑھے گیارہ سو سال سے برابر جاری ہے کبھی بند نہیں ہوتی۔ اور ہمیشہ تک جاری رہے گی۔

اس کا ہر کام سیر چشمی اور فراخ دلی سے ہوتا تھا۔ اس نے ایک بہت دلفریب اور خوشنما باغ بنوانا شروع کیا۔ مہتمم نے کہا۔ کہ "اس پر زر کثیر خرچ ہوگا" زبیدہ نے مسکرا کر کہا۔ "میں جانتی ہوں۔ روپے پیسے کی کوئی پروا نہیں۔ اعلیٰ چیز روپے ہی سے بنتی ہے۔ جتنا روپیہ ہو بے دریغ



Marfat.com

خرچ کرو۔ مجھے کوئی انکار نہ ہوگا"

زبیدہ ـــــ نہایت نیک اور متقی و پرہیزگار تھی۔ خدا کی یاد میں ہمیشہ مگن رہتی تھی۔ اس کے محل میں ایک سو لونڈیاں حافظِ قرآن تھیں جن کا کام صرف کلامِ پاک خوش الحانی سے پڑھنا تھا۔ اور ہر ایک کا فرض تھا۔ کہ روزانہ تین پاروں کی تلاوت ضرور کرے۔

---

بادشاہوں کے قصر و ایوان تو خیر۔ اس زمانہ میں معمولی امیروں، وزیروں اور عہدہ داروں کے گھروں میں شب و روز ریڈیو کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ مخرب اخلاق فلمی گانے بڑے شوق سے سُنے جاتے ہیں۔ اگر پروگرام میں قرآن مجید بھی کبھی آجائے، تو کوئی سنتا نہیں۔ ع

یہ عبرت کی جا ہے اہل نظر کے لئے

---



Marfat.com

# والدۂ حضرت غوثِ اعظمؒ

سورج ڈوب گیا۔ شام کا وقت۔ چاندنی رات۔ دریائے دجلہ نہایت سلامت روی سے بہ رہا ہے۔ ایک نوجوان کنارے پر بیٹھا ہے لہروں کے مدوجزر کا تماشا دیکھ رہا ہے۔

اتفاقاً ایک سیب بہتا ہوا آیا۔ نوجوان کے عین پاس آکر ٹھہر گیا۔ ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ "قدرت کا عطیہ ہے"۔ اور کھانے لگا۔ "کیسا لذیذ ہے"۔ کھاتا کھاتا گھر آیا۔ ابھی بیٹا ہی تھا۔ کہ اچانک کسی خیال نے دل میں چٹکی لی اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سیب لذیذ تھا۔ بہت لذیذ۔ لیکن میں نے بغیر قیمت ادا کئے کھایا۔ کیا یہ جائز ہے"۔ وہ آہستہ آہستہ منہ میں کہنے لگا۔ "میں نے اچھا نہیں کیا۔ یا تو مالک کو اس کی قیمت ادا کی جائے۔ یا معافی مانگی جائے۔ مگر وہ ہوگا کہاں



Marfat.com

سیب تو میں نے دریا سے لیا تھا۔"

رات انہی پریشان کن خیالات میں کاٹی۔ صبح سورج نکلتے ہی دریا پر پہنچا۔ اور جدھر سے سیب آیا تھا۔ کنارے کنارے چل پڑا۔

---

کئی دن کے بعد دریا کے کنارے ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سیبوں کا باغ تھا۔ اکثر شاخیں دریا کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ اور پکے ہوئے سیب ہوا کے تیز جھونکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گر رہے ہیں۔

"ہو نہ ہو یہی باغ ہے۔ جس کا میں نے سیب کھایا تھا۔" یہ کہہ کر باغ کے اندر چلا گیا۔

مالی سے کہا۔ "میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔"

مالی نے کہا۔ "تھوڑی دیر تک آنے والے ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔"

نوجوان نے اپنا تمام حال سنایا۔ وہ ہنس پڑا۔ "میاں تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ایسے کئی سیب دریا میں گرتے ہیں۔ لوگ چوری چوری توڑ کر لے جاتے ہیں۔"

نوجوان نے کہا۔          میرے حواس برقرار نہ ہوں۔ میں پرایا مال ہرگز نہیں کھاؤں گا۔"

مالی اس کی نیک نیتی اور ارادہ پاک جذبہ سے بہت متاثر ہوا۔ کھانا

کھلایا۔ اور آرام کرنے کے لئے درخت کے نیچے چارپائی بچھا دی۔

باغ کا مالک آیا۔ مالی نے نوجوان کی تمام سرگزشت بیان کی۔ اس کے پاس آیا۔ اس نے اُٹھ کر ادب سے سلام کیا۔

پوچھا۔ "برخوردار! تم کہاں سے آئے ہو؟"

نوجوان۔ "گیلان سے"

مالک۔ "یہاں سے کتنی دور ہے؟"

نوجوان۔ "دو سو میل کے قریب"

مالک۔ "اس قدر تکلیف اٹھائی۔ ایک سیب کی کیا بات تھی"

نوجوان۔ "نہیں میں قیمت ادا کرنے آیا ہوں"

مالک۔ "اس سیب کی قیمت بہت زیادہ ہے"

نوجوان۔ "میں حاضر ہوں"

مالک۔ "تم تو بالکل تہیدست معلوم ہوتے ہو"

نوجوان۔ "بیشک! میرے پاس کچھ نہیں"

مالک۔ "تو قیمت کس طرح ادا کرو گے؟"

نوجوان۔ "آپ جتنی مدت اور جو خدمت مجھے کہیں گے۔ حاضر ہوں"

مالک۔ "سوچ لو۔ تم اپنے وعدے پر قائم رہو گے؟"

نوجوان۔ "انشاءاللہ"



Marfat.com

مالک ۔ "تم ایک سال ہمارے ہاں رہو۔ باغ کی رکھوالی کرو۔ اور جو کچھ ہم کہیں۔ ہماری مرضی کے مطابق کرو۔"

نوجوان ۔ "مجھے منظور!"

باغ کا مالک نہایت متقی اور پاکباز تھا۔ نوجوان اس کی متابعت میں رہ کر زیادہ نیک و خوش اعتقاد ہو گیا۔

---

ایک سال گذر گیا۔ مالک نے کہا۔ "ایک سال اور" اسی طرح چند سال گذر گئے۔ مالک نے کہا "اب تمہیں جانے کی اجازت ہے۔ لیکن ہم نے سیب کے دام تم سے زیادہ وصول کئے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس کا عوض تم کو دیا جائے۔ تم اپنے وطن خالی ہاتھ نہ جاؤ۔"

نوجوان ۔ "آپ کی مہربانی۔ لیکن میں زیادہ کا مستحق نہیں۔ آپ سے وہ روحانی فیوض حاصل کئے ہیں۔ جس کے بار احسان سے کبھی سر نہیں اٹھا سکتا۔ مزید تکلیف نہ کریں۔"

مالک ۔ "نہیں کوئی تکلیف نہیں۔ تاہم ہماری خوشی اسی میں ہے۔ کہ تم ہمارا کہا مانو۔"

نوجوان ۔ "حاضر ہوں۔"

مالک ۔ "سنو! میری ایک لڑکی ہے۔ تم اس سے شادی کرو گے؟"



Marfat.com

نوجوان ۔ "جس طرح آپ فرمائیں ۔ سرِ تسلیم خم ہے"۔

مالک ۔ "لیکن وہ اندھی ہے ۔ گونگی ہے ، بہری ہے ۔ اپاہج ہے ۔ کیا تمہیں منظور ہے"۔

نوجوان ۔ "بسرو چشم منظور"

باغ کے مالک نے نوجوان سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ۔ لیکن جب دیکھا ۔ تو لڑکی نہایت حسین ، نرگسی آنکھیں ، تکلم میں بلبل ہزار داستان رفتار میں سروِ رواں ، کان گوشِ گل کی طرح شنوا ، ایک حور تھی ۔ گویا جنت سے ابھی ابھی اُتری ہے ۔

دوسرے دن باغ کے مالک نے کہا ۔

"بیٹا ! اس لڑکی نے کبھی آنکھیں اُٹھا کر اِدھر اُدھر نہیں دیکھا ۔ اس واسطے میں نے اندھی کہا ۔ اس نے کبھی ناواجب بات مُنہ سے نہیں نکالی ۔ اس لئے گونگی تھی ۔ اُس نے کبھی بُری بات نہیں سُنی ۔ اس وجہ سے وہ بہری تھی ۔ اس نے کبھی بُرائی کی طرف قدم نہیں اُٹھایا ۔ اس لحاظ سے وہ اپاہج تھی ۔ میری دعا ہے ۔ خداوند کریم تم دونوں کو صحیح سلامت رکھے ۔ اور نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق دے"۔

اس بزرگ نے مناسب جہیز دے کر دونوں کو رخصت کیا ۔ وہ

دونوں بخیریت گیلان پہنچ گئے۔

---

گیلان میں یہ نیک جوڑا نہایت امن وچین سے پاکیزہ زندگی بسر کرنے لگا۔ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ نیک دل شوہر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ وہ بی بی صبر و شکر سے زندگی بسر کرتی رہی۔ بچوں کی تربیت، خدا کی یاد اور گھر کے کاموں میں شب و روز مصروف رہتی۔ ایک بیٹا تو کاروبار میں لگ گیا دوسرے کو پڑھنے کا شوق تھا۔ چھوٹی عمر میں بہت کچھ حاصل کر لیا۔ لیکن گیلان میں علم کی پیاس نہ بجھی۔ بغداد جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ ماں سے ذکر کیا۔ مگر وہ کم سن بیٹے کا پردیس جانا پسند نہ کرتی۔ بیٹا جانے کے لئے بضد تھا۔ آخر مان گئی۔ اسکے پاس اسی درم تھے۔ کہنے لگی :۔

"بیٹا چالیس درم تمہارے بڑے بھائی کے ہیں۔ اور چالیس تمہارے یہ تمہارے کرتے میں سی دیتی ہوں۔ وقت ضرورت اس کو خرچ کر لینا"۔

چالیس درم کرتے میں سی دیئے۔ اور نصیحت کی۔ "بیٹا! جاؤ۔ خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ لیکن دیکھنا! کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ جو بات کہنا سچ کہنا"۔

---

ایک قافلہ بغداد کی طرف جا رہا تھا۔ لڑکا اس کے ساتھ ہو لیا۔ چند کوس گئے تھے۔ کہ ایک جنگل میں گذر ہوا۔ ڈاکو اچانک گھات سے نکل



Marfat.com

آ گئے۔ اور قافلہ کو گھیر لیا۔ اور کہنے لگے۔

"جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے۔ دیدو۔ ورنہ مار دیئے جاؤ گے"

سب کی تلاشی لی۔ جو کچھ کسی کے پاس تھا۔ لے لیا۔ لڑکے سے پوچھا۔

"تمہارے پاس بھی کچھ ہے"

اس نے جواب دیا۔ "چالیس درم"

لڑکے کی بھولی صورت، سادہ وضع، اور بے خوفی دیکھ کر انہیں یقین نہ آیا۔ اور چلے گئے۔

جب اس واقعہ کا ذکر انہوں نے اپنے سردار سے کیا۔ تو اس نے کہا۔ "اس لڑکے کو جلدی لاؤ"

ڈاکوؤں نے تھوڑی دیر کے بعد لڑکے کو قافلے والوں سمیت سردار کے سامنے پیش کیا۔

سردار۔ (لڑکے سے) "لڑکے تم کہاں سے آئے؟"

لڑکا۔ "گیلان سے"

سردار۔ "کہاں جا رہے ہو"

لڑکا۔ "بغداد کو"

سردار۔ "کیوں!"

لڑکا۔ "علم پڑھنے کے لئے"



Marfat.com

سردار ۔ "تمہارے پاس سفر خرچ ہے"

لڑکا ۔ "جی ہاں ۔ چالیس درم !"

سردار ۔ "کہاں ؟"

لڑکا ۔ "اس کرتے میں ——"

کرتا اتار کر سردار کے آگے پھینک دیا ۔ اور بتایا ۔ کہ "یہاں چالیس درم سیئے ہوئے ہیں"

کرتا ادھیڑا —— تو اس میں سے چالیس درم نکل آئے "

سردار نے پوچھا ۔ "تم نہیں جانتے تھے ۔ کہ یہ درم چھن جائیں گے ۔ تو تنے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی"

لڑکے نے نہایت متانت سے جواب دیا ۔ "چلتے وقت میری ماں نے نصیحت کی تھی ۔ کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا ۔ ہمیشہ سچ کہنا"

سردار لڑکے کا جواب سن کر پسینہ پسینہ ہو گیا ۔ بہت دیر خاموش رہا پھر آبدیدہ ہو کر کہنے لگا ۔

"مبارک ہو تم —— جس نے ماں کی نصیحت پر عمل کیا —— مگر میں ایسا غافل اور نادان —— کہ اپنے پیدا کرنے والا کا حکم نہیں مانتا —— لوگوں کو ستاتا ہوں ۔ لوٹتا ہوں ، اپنے نفس کے لئے بیگناہوں کو قتل کرتا ہوں"

لڑکے کے معصوم چہرے پر مسرت کھیل رہی تھی ۔ کہ اس نے ماں کی نصیحت پر عمل کیا ۔



Marfat.com

اس نے کہا۔ "واقعی خدا کے نزدیک آپ کا فعل ناجائز ہے۔"

سردار۔ "اے لڑکے! تم میرے رہنما ہو۔ ہادی ہو۔ تم نے مجھے اپنے عمل سے اپنے گناہوں کا احساس کرا دیا۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ دعا کرو۔ خدا مجھے نیک بننے کی توفیق دے۔"

لڑکے کے منہ سے بے ساختہ "آمین" ــــ نکلا۔ سب قافلے والوں اور سردار نے "آمین" کی صدا بلند کی۔

سردار (ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر) "میں نے اپنا برا کام چھوڑ دیا۔ تم بھی توبہ کرو۔ محنت مشقت کر کے اپنا پیٹ پالو۔ اور اپنے پروردگار کے حضور گناہوں کی معافی مانگو۔"

سب ڈاکوؤں نے توبہ کی۔ قافلے والوں کا مال و اسباب واپس دیدیا۔ وہ سب شاد و خرم منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔

---

یہ لڑکا شیخ عبدالقادر جیلانی تھے۔ باغ کا مالک ان کا نانا۔ اس کی بیٹی ان کی ماں۔ اور وہ نوجوان ان کا باپ تھا۔

پاکباز نانا، متقی باپ، اور پاک دامن ماں ــــ ان کا لخت دل کیوں نہ ایسا راست باز، حق پرست، علم دوست اور برگزیدۂ روزگار بزرگ ہوتا۔

---



Marfat.com

# رابعۂ بصری

بہت سے اولیا۔ غوث و قطب دنیا میں آئے۔ وہ مردوں میں سے تھے لیکن خدا نے عورتوں کے طبقے کو بھی اس عظمت سے خالی نہیں رکھا۔ تقریباً انبیا کی بیویاں، ان کی بیٹیاں، اور کئی نیک دل مستورات مسلمانوں میں نہایت پاکباز، پرہیزگار اور خدا پرست گذری ہیں۔ رابعہ ان میں سے ایک تھیں۔

یہ محترم خاتون پہلی صدی ہجری میں بمقام بصرہ پیدا ہوئیں۔ ماں باپ بہت غریب تھے۔ آپ ان کی چوتھی اولاد تھیں۔ اس لئے نام رابعہ رکھا گیا۔ ابھی سن تمیز کو نہیں پہنچی تھیں۔ کہ ماں باپ انتقال کر گئے۔ اور آپ کو داغ یتیمی دے گئے۔

ایک تو والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانا۔ بجائے خود ایک بڑی



Marfat.com

مصیبت تھی۔ دوسرے ان دنوں بصرہ میں سخت قحط پڑا۔ بہنیں ان کو ایک سنگدل شخص کے پاس چند درم پر بیچ کر جدھر جی چاہا چلی گئیں۔ آپ گویا اب ایک زرخرید لونڈی تھیں۔ اس کے ہاں غلام کی طرح زندگی بسر کرنے لگیں۔ رات دن گھر کے کام مصروف رہتیں۔ جب کہیں فرصت ہوتی تو نماز کے لئے کھڑی ہو جاتیں۔

---

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے،

ایک رات اتفاق سے آقا کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا کیا ہے۔ رابعہ سجدے میں ہے۔ کان لگا کر سنا تو یہ آواز آ رہی تھی :-

"میرے پروردگار! تو بخوبی واقف ہے۔ کہ مجھے تیری عبادت کا کس قدر اشتیاق ہے۔ لیکن تو نے مجھے ایک شخص کا پابند کر دیا ہے۔ اس لئے جب اس کی خدمت سے فرصت ملتی تو تیری درگاہ میں سر جھکا دیتی ہوں۔ میں بے بس ہوں۔ میرا قصور نہیں"

یہ الفاظ سن کر آقا کا دل کانپ گیا۔ اور انہیں آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد وہ دن رات اپنے پروردگار کی عبادت میں محو رہتیں۔ یادِ خدا کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ خانہ کعبہ کے کئی حج کئے۔ مدینہ منورہ کی زیارت سے

Marfat.com

مشرف ہوئیں۔ اور پھر وطن میں گوشہ نشین ہو کر یادِ خدا کرنے لگیں۔

## رابعہ کا توکّل

لوگوں نے سوال کیا۔ "کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتیں"

جواب دیا۔ "مجھے عاقبت کی فکر ہے۔ رات دن یہی فکر رہتا ہے، پھر نکاح کیسے کروں۔ روزی دینے والا خدا ہے۔ وہ ہر جاندار کی ضرورت کے مطابق روزی دیتا ہے۔ اُس پر مجھے بھروسہ ہے"

ایک دن آپ کے ہاں دس مہمان آگئے۔ خادمہ نے بتایا۔ کہ ایک روٹی موجود ہے"

فرمایا۔ "کسی محتاج کو دیدو"

خادمہ نے تعمیل کی۔ مگر حیران تھی۔ کہ مہمان کیا کھائیں گے بھوڑی دیر کے بعد دروازے کو دستک ہوئی۔ خادمہ گئی۔ واپس آکر عرض کی۔ "ایک شخص کھانا لایا ہے۔ کیا حکم ہے"

پوچھا — "کتنی روٹیاں ہیں؟"

کہا — "دو"

فرمایا۔ "یہ ہمارا کھانا نہیں۔ کسی اور کو دو"

پھر ایک دوسرا آدمی کھانا لایا۔



Marfat.com

پوچھا۔ "کتنی روٹیاں ہیں؟"

جواب ملا۔ "پانچ۔"

فرمایا۔ "یہ بھی ہمارا نہیں۔ واپس کر دو۔"

اسی طرح کئی آدمی کھانا لائے۔ اور واپس کر دیا۔ آخر ایک شخص نے آ کر کہا۔ "میں گیارہ روٹیاں لایا ہوں۔"

اشارہ کیا۔ "لے لو۔ یہ ہمارا کھانا ہے۔" ان میں سے دس روٹیاں مہمانوں کو پیش کر دیں۔ اور ایک آدھی آدھی کر کے خادمہ اور آپ نے کھائی

مہمانوں کے رخصت ہونے پر خادمہ نے ادب سے پوچھا۔ کہ "آپ نے کیسے جانا کہ وہ کھانا ہمارا نہیں۔ اور یہ ہمارا کھانا ہے۔"

فرمایا۔ "میں نے ایک روٹی محتاج کو دلا کر اپنے اللہ سے سودا کیا تھا۔ کیونکہ اس نے دہ در دُنیا۔ ستر در آخر کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے جب پہلا شخص دو روٹیاں لایا۔ تو میں نے سمجھ لیا۔ یہ خلافِ وعدہ ہے۔ پانچ لایا۔ تو وہ بھی ٹھیک نہیں تھیں۔ گیارہ لایا۔ تو حساب ٹھیک تھا۔ ہم نے جو ایک روٹی اللہ کے راہ میں دی تھی۔ اس کا اجر دس گناہ مالک کو دینا تھا۔ اور ایک ہماری روٹی۔ سو وہ بھی اللہ کو کیا کرنی تھی۔ پس دس اور ایک گیارہ روٹیاں اس نے ہمارے عمل کے صلے میں بھیج دیں۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہی ہمارا کھانا ہے۔"



Marfat.com

## رابعہ کی حقیقت شناسی

حضرت رابعہ کے پاس خدا کے نیک بندے حاضر ہوتے تھے۔ ہر وقت ذکر الٰہی ہوتا رہتا تھا۔ کئی مشکل مسائل حل ہوتے تھے۔

خواجہ حسن بصری ہفتہ میں ایک دفعہ وعظ فرمایا کرتے تھے لیکن جب رابعہ بصری مجمع میں نہ ہوتیں تو وعظ نہ فرماتے تھے۔

لوگوں نے عرض کی۔ "یا حضرت! آپ کے وعظ میں بہت لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایک ضعیفہ کے نہ آنے پر وعظ کیوں نہیں فرماتے؟"

آپ نے کہا۔ "جو شربت ہاتھیوں کے برتنوں کے لئے ہوتا ہے۔ وہ چیونٹیوں کے برتنوں میں نہیں ڈالا جاتا۔"

## بہشت اور دوزخ

ایک مجلس میں صوفی لوگ عبادت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ حضرت رابعہ موجود تھیں۔

ایک شخص نے کہا۔ "میں عبادتِ الٰہی دوزخ کے خوف سے کرتا ہوں۔"

دوسرے نے کہا۔ "میں تو اللہ کی عبادت بہشت کے شوق کی وجہ سے کرتا ہوں۔"

حضرت رابعہ نے فرمایا۔ "کیا تم مزدور ہو، جو خوف اور لالچ کی وجہ



Marfat.com

سے خدا کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ کی عبادت محض اس کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرو۔"

ایسے ہی ایک روز کسی بزرگ نے دیکھا۔ کہ حضرت رابعہ نہایت جوش کی حالت میں چلی جاتی ہے۔ ایک ہاتھ میں پانی کا لوٹا ہے۔ اور دوسرے ہاتھ آگ کی انگیٹھی۔ پوچھا۔ "یہ کیا حال ہے۔ آپ کدھر جاری رہی ہیں؟" جواب دیا "اس پانی سے دوزخ کی آگ بجھاؤں گی۔ اور آگ سے بہشت کو جلاؤنگی۔"

پوچھا۔ "کیوں؟"۔

فرمایا۔ "تاکہ لوگ بہشت کے لالچ اور دوزخ کے خوف کو ترک کر کے اللہ کی خوشنودی کے خیال سے عبادت کریں۔"

## قرآن شریف کے الفاظ میں

حضرت رابعہ نے آخری عمر میں خاموشی اختیار کرلی۔ جب کبھی اشد ضرورت کے وقت بولنا ضروری ہوتا۔ تو صرف قرآن مجید کے الفاظ میں مطلب ادا کرتیں۔

ایک دفعہ حج سے واپسی کے وقت رستے میں پڑی رہ گئیں۔ کسی بزرگ نے انہیں دیکھ کر حال پوچھا۔ تو انہوں نے اپنا سارا قصہ قرآن پاک کی آیتوں کے ذریعے سنا دیا۔

حضرت رابعہ فرماتی ہیں۔ کہ "میں قرآن شریف کے الفاظ میں اس



Marfat.com

لئے باتیں کرتی ہوں۔ کہ فرشتے انسان کی ہر بات کو لکھ لیتے ہیں۔ اور جب وہ میری باتیں اپنے اعمال نامے میں لکھیں گے۔ تو سب قرآن کریم ہی کی آیتیں ہوں گی۔ اور کوئی برائی کی بات نہیں لکھ سکیں گے۔"

## رحلت کا وقت

موت کا وقت قریب آیا۔ تو اس وقت کے بزرگ بیمار پرسی کو حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے لئے راستہ چھوڑ دو"

بزرگ ایک طرف ہٹ گئے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ سب نے ایک آواز سنی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ

"اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس آ جا۔"

دروازہ کھولا۔۔۔۔۔ تو دیکھا۔۔۔۔۔ طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکا تھا۔ اور آپ دائمی زندگی کے آغوش میں محو خواب تھیں۔

# عقلمند بیوی

ایک بہادر شخص ــــــ اسلحہ جنگ سے آراستہ۔ میدانِ جنگ میں جانے کے لئے تیار ہے۔ اپنی جوان بیوی سے رخصت ہونے آیا ہے۔

"بادشاہ کا حکم ہے۔ کہ میں میدان کارزار میں جا کر ملک وملت کی خدمت کروں۔ دشمن بڑھتے آرہے ہیں۔ وقت تھوڑا ہے۔ ہمارے جوان پا برکاب ہیں۔ بس میرے ہی منتظر ہونگے۔ جاتے ہی کوچ کا نقارہ بج جائے گا۔"

بیوی نے جواب دیا۔ "بہت اچھا! بادشاہ کا حکم۔ ملک کی خدمت اور قوم کی حفاظت ضروری ہے۔"

جوان ــ "یہ تیس ہزار اشرفیاں ہیں۔ ان کو بحفاظت رکھو۔ اور وقت ضرورت خرچ کرو۔"



Marfat.com

بیوی - "بہت اچھا - ایسا ہی کروں گا" -

جوان - "میں جاتا ہوں"

بیوی - "خدا حافظ"

جوان کے جانے کے چند روز بعد بچہ پیدا ہوا - خدا نے عالم تنہائی میں ایک سہارا، اور فکر و غم کی حالت میں دل بہلانے کا ایک ذریعہ مہیا کر دیا۔

عورت گھر کے کاروبار، بچے کی پرورش اور خدا کی یاد میں شب و روز معروف رہتی۔

رفتہ رفتہ بچہ ہوشیار ہو گیا - پانچ چھ برس کا ہوا - تو اسے ایک قابل عالم کے سپرد کر دیا - لڑکا ذہین اور ہونہار تھا - جو پڑھتا بخوبی یاد کر لیتا - اپنے ہم جماعتوں میں ممتاز تھا - جوں جوں آگے بڑھتا گیا - تمام اساتذہ کی نظروں میں مقبول ہونے لگا - خیر اندیش ماں نے اس کی تعلیم و تربیت پر روپیہ بے دریغ خرچ کیا - اور لڑکے نے بھی ایسی تن دہی، محنت و کوشش سے تعلیم حاصل کی - کہ وہ ایک اچھا عالم بن گیا۔

اس کا باپ ستائیس سال کے بعد واپس آیا - ذرا ستا کر بیوی سے پوچھا -

"وہ اشرفیاں محفوظ ہیں ؟"۔



Marfat.com

بیوی نے جواب دیا۔ "بالکل محفوظ ہیں"۔

اس نے بچے کی پیدائش اور اس کی قابلیت کا بیان کیا۔ تو باپ مسجد میں نماز کے لیئے گیا۔ وہاں اپنے بیٹے کو دیکھا۔ تو بہت خوش ہوا۔ جب اس نے قرآن شریف پڑھا۔ اور حدیث سنانے لگا۔ تو باپ خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ کہنے لگا۔

"الحمد اللہ! میرا بیٹا بڑا قابل ہے۔ دنیا میں فضیلت کے بلند مقام کی طرف جا رہا ہے"۔

گھر واپس آئے تو نہایت خوش تھا۔ اور اپنے بیٹے کو محبت و عزت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ "بتائیے۔ تیس ہزار اشرفیاں اچھی ہیں۔ یا یہ نعمت جو خدا نے ہمارے بیٹے کو دی ہے"۔

میاں نے جواب دیا۔ "اشرفیاں کیا چیز ہیں"۔

بیوی نے کہا۔ "میں نے وہ اشرفیاں اسی نعمت کے حاصل کرنے میں خرچ کر دیں"۔

خاوند بولا۔ "خدا کی قسم تم نے اشرفیاں ضایع نہیں بلکہ ایسی جگہ خرچ کیں۔ جہاں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور کبھی ختم نہیں ہوں گی"۔

---

Marfat.com

وہ لڑکا۔ جس نے باپ کی غیر موجودگی میں ماں کے زیر سایہ پرورش پائی۔ اور تعلیم حاصل کی۔ دنیا میں امام ربیعہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ جو اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم۔ محدث اور فقیہہ تھے۔

# مُتوکّل بچّی

حضرت حاتم اصم ۔ حضرت امام اعظم کے شاگرد اور بڑے ولی اللہ تھے ان کی چھوٹی بیٹی بھی نہایت نیک اور متوکل تھی ۔

ایک دن حضرت حاتم نے حج کا ارادہ کیا ۔ اور سفر کیلئے تیار ہو گئے ۔ گھر کے لوگوں نے کہا ۔ "تم حج کو تو جاتے ہو ۔ ہمارے گزارے کے لئے کچھ انتظام کر نہ جاؤ" ۔

حضرت حاتم بالکل تہیدست تھے ۔ حیران ہو کر سوچنے لگے ۔ کیا کیا جائے ۔ اُنکی چھوٹی لڑکی نے کہا ۔ "تم انہیں حج سے کیوں روکتے ہو ۔ اللہ کی راہ میں سفر کرنے ہیں کرنے دو ۔ جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے ۔ وہ روزی بھی دے گا ۔ فکر مت کرو" ۔

حضرت حاتم حج کو چلے گئے ۔ ابھی دو ہی دن ہوئے تھے ۔ کہ جس سڑک پر ان کا مکان تھا ۔ وہاں سے ایک بادشاہ کا گذر ہوا ۔ بادشاہ کو پیاس لگی ہوئی تھی وہ حاتم کے دروازے پر کھڑا ہو گیا ۔ اور پانی مانگا ۔ اندر سے ایک بی بی نے

دروازے پر کھڑے ہو کر ٹھنڈے پانی کا گلاس دیا۔ بادشاہ پانی پی کر بہت مسرور ہوا۔ اور پوچھا "یہ کس کا مکان ہے" ایک شخص حاتم کے تمام حالات سے واقف تھا۔ اس نے کہا "حضور والا! یہ گھر حاتم اصم کا ہے۔ جو بڑے نیک، پرہیزگار اور عابد ہیں۔ پرسوں وہ حج کو چلے گئے ہیں۔ مگر اہل وعیال کے گذارے کے لئے کچھ نہیں دے گئے۔ وہ غریب ہیں۔ اور گھر کے لوگ صرف خدا کے بھروسے پر گذر اوقات کر رہے ہیں"

بادشاہ نے یہ سن کر انہیں بہت سا روپیہ دیا۔ اور امراء وزراء نے بھی بادشاہ کی پیروی کی۔ گھر والے مالا مال ہو گئے۔ اور خوشی سے جاموں میں پھولے نہ سماتے۔

مگر وہ لڑکی رونے لگی۔ ماں نے کہا "بیٹی! خدا کا شکر کر۔ یہ رونے کا کون سا موقعہ ہے"

لڑکی نے جواب دیا۔ "کل تو تمہیں یہ فکر تھا۔ کہ روٹی کہاں سے ملیگی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ اس قدر غنی ہے۔ کہ اس نے اپنے ایک بندے کے ذریعے اتنا روپیہ دیدیا۔ میں اس بات پر روتی ہوں۔ کہ ہم ایسے رحیم و کریم مالک پر بھروسہ نہیں کرتے"

---

جو لوگ محض روٹی کے لئے چوری کرتے ہیں۔ ڈاکے ڈالتے ہیں۔ دغا فریب سے کام لیتے ہیں۔ حقیقت سے غافل ہیں۔

---



Marfat.com

# والدۂ امام غزالی

امام محمدؒ غزالی - بڑے بلند پایہ امام تھے - اور ان کے بھائی احمدؒ غزالی بھی بڑے فاضل اور ولی اللہ -

احمد غزالی ـــــ کے دل میں کچھ ایسی بات بیٹھ گئی - کہ جب امام محمد غزالی نماز پڑھاتے - تو وہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے - اور اکیلے نماز ادا کرتے - امام محمدؒ غزالی نے متواتر یہ حال دیکھ کر اپنی ماں کے پاس شکایت کی - کہ وہ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے"

ماں نہایت منصف مزاج اور حقیقت شعار تھیں - انہوں نے احمد غزالی سے کہا - کہ "تمہیں اکیلے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے - ایک تو جماعت کے ثواب سے محروم ہوتے ہو - دوسرے بھائی کو ناراض کرتے ہو ـــ یہ دونوں باتیں تمہارے شایان شان نہیں ہیں"



Marfat.com

کچھ دن تو ماں کی نصیحت پر عمل کیا۔ لیکن ایک دن امام محمد غزالی نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ احمد غزالی نے اپنی نماز توڑ کر علیحدہ پڑھنی شروع کر دی۔

جب امام صاحب کو معلوم ہوا۔ تو پھر ماں کے پاس شکایت کی۔ کہ آج احمد نے پہلے سے بھی زیادہ بُری حرکت کی۔ کہ نماز توڑ ڈالی۔

ماں کو بھی رنج ہوا۔ اور اس نے احمد غزالی کو بُلا کر اس کا سبب پوچھا۔

انہوں نے کہا۔ کہ "جب تک بھائی جان نماز میں رہے۔ میں نے انکی اقتداء کی جب ان کے خیالات اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ تو میں نماز توڑ کر الگ ہو گیا"

ماں نے کہا "بیٹا۔ ذرا انصاف سے کام لو۔ اگر محمد کا خیال اس وقت نماز میں برقرار نہ تھا۔ تو تمہارا خیال بھی ٹھکانے کہاں رہا۔ ان کے خیالات اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتے ہیں۔ تو تم ان کے خیالات میں اُلجھ جاتے ہو۔ اس لئے وہ اکیلے نہیں۔ بلکہ تم دونوں اس بُرے کام کے مرتکب ہو"

ماں کا یہ فیصلہ نہایت منصفانہ اور حقیقت پر مبنی تھا۔ احمد غزالی قائل ہو گئے۔ اور آئندہ ایسی حرکت نہ کی۔

---



Marfat.com

# باب چہارم

Marfat.com

"اے مسلمانو! عورتوں کے بارے میں
اللہ سے ڈرو۔ کہ یہ تمہارے پاس اسکی
امانتیں ہیں۔"
"بہترین مسلمان وہ ہے، جو اپنے عیال
سے اچھا ہے۔" (حدیث شریف)

# خالدہ ادیب خانم

خالدہ ادیب خانم کا باپ ایک معزز ترک تھا۔ اور ماں یہودی النسل یہ نہایت ذہین، ہونہار اور ذکی الطبع تھی۔ عمر کے ساتھ ساتھ علم کا ذوق بھی بڑھتا گیا۔ ماں باپ نے اس کو قابل بنانے میں نہ لوگوں کی مخالفت کی پروا کی نہ روپیہ خرچ کرنے میں دریغ کیا۔

اس نے قسطنطنیہ میں ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم پائی۔ پھر فرانس، انگلستان اور امریکہ جا کر نہایت اعلیٰ علمی ڈگریاں حاصل کیں۔ سیاسیات کا مطالعہ کیا۔ وہ "انجمن اتحاد و ترقی" کی ممبر اور ترکان احرار کی رفیق کار تھیں۔ انقلاب ترکی، جنگ بلقان اور جنگ طرابلس میں رضاکارانہ حصہ لیا۔ آغازِ جنگ عظیم میں قسطنطنیہ کے گورنر ڈاکٹر عدنان بے سے شادی ہوئی۔

جب سنہ ۱۹۱۸ء میں اتحادیوں کا قسطنطنیہ پر قبضہ ہوا۔ تو انکی زبردست



Marfat.com

تقریروں نے لوگوں کے دلوں میں حب وطن کی یہ آگ بھڑکا دی۔ مگر اتحادی جس کو اپنے خلاف دیکھتے۔ قتل کر دیتے۔ یا قید و بند کی مصیبت میں ڈال دیتے۔ غازی مصطفیٰ کمال اور ان کے رفقائے کار قسطنطنیہ سے جا چکے تھے۔ اور انگورہ میں جدید حکومت کی طرح ڈال رہے تھے۔

خالدہ کا اب قسطنطنیہ میں رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ رات کی تاریکی میں گھر سے نکل کر اناطولیہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ لیکن منزل مقصود تک پہنچنے میں نہ صرف بحیرہ مارمورا یا آبنائے فاسفورس حائل تھے۔ بلکہ مشکلات کی زبردست چٹانیں قدم قدم پر سد راہ تھیں۔ وہ اتحادیوں کے دستۂ فوج متعینہ قسطنطنیہ میں سے پوشیدہ طور پر گذر گئیں۔ اور ایک ہلالی رات چاند کی مدھم روشنی میں آبنائے فاسفورس کو عبور کر کے ایشائی ساحل کے قریب پہنچیں جہاں جا بجا اتحادی نگرانی اور حکومت قسطنطنیہ کی پہرہ داری تھی۔ طلایہ گرد جہاز معاونین احرار کی سراغرسانی میں گرم جستجو تھے۔ اور جاسوس کشتیاں اناطولیہ جانے والوں کی تلاش میں سطح آب پر دوڑ رہی تھیں۔ قریب تھا۔ کہ خالدہ ایک غلط مقام پر اُتر کر گرفتار ہو جاتیں۔ مگر ایک منتظر رفیق کی درد ناک اور دلکش آواز نے۔ کہ

"عشق الٰہی کی راہ اس طرف ہے۔"

رہنمائی کی۔ ایک محفوظ مقام پر جا کر خشکی پر قدم رکھا۔ اور اس چشم براہ

ساتھی کی معیت میں منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھایا۔

انگورہ پہنچی۔ تو مصطفےٰ کمال اور اس کے ہمراہیوں نے پُرجوش خیرمقدم کیا۔ خالدہ کے جانے سے ترکانِ احرار کی طاقت میں اضافہ ہوگیا کیونکہ وہ فاضل، مدبر، دانشمند، جانباز اور محب وطن خاتون تھیں۔

---

ترکانِ احرار کے پاس نہ اسلحہ تھا۔ نہ وردیاں۔ نہ خاطر خواہ فوج تھی، نہ سامانِ رسد۔ لیکن اِدھر حکومت قسطنطنیہ کی فوج اتحادیوں کے حکم سے ساحل پر اُتر آئی تھی۔ اور اُدھر سمرنا کی طرف سے یونانی بڑھے چلے آرہے تھے۔ اس دوگونہ یورش کے خوف سے مصطفےٰ کمال پاشا کسی قدر متردد تھے۔ اور مدافعت کے لئے سوچ رہے تھے۔

خالدہ ادیب کی رائے تھی۔ کہ ہمیں میدان میں نکل آنا چاہئیے مصطفےٰ کمال ابھی متامل تھے۔ خالدہ نے مردانہ لباس پہنا۔ سر پر سبز عمامہ باندھا ہاتھ میں تلوار لی۔ اور دیگر اسلحہ سے مسلح ہو کر کہنے لگیں۔ کہ "اگر آپ نہیں لڑنا چاہتے۔ تو میں بسم اللہ کرتی ہوں" غازی کو خالدہ کا یہ اقدام تازیانہ ہوگیا فوراً موجودہ فوج لے کر میدان میں آئے۔ دشمن کی مدافعت اور جارحیت شروع کردی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قسطنطنیہ کی فوج ان کے ساتھ آملی۔ اور دونوں مل کر یونانیوں کی مزاج پرسی میں مصروفِ کار ہوگئیں۔



Marfat.com

خالدہ کو انگورہ گورنمنٹ میں وزیر معارف کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔ ایک طرف وہ ملک میں تعلیم کی تبلیغ کرتی تھیں۔ اور مدرسوں کا جال بچھانے میں سرگرم تھیں۔ دوسری طرف میدان جنگ میں رضا کار خاتونوں کا جیش لے کر زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کا فرض ادا کرتی تھیں۔

سمرنا میں یونانیوں کی شکست، اور انگورہ گورنمنٹ کے استحکام اناطولیہ کی تعلیمی ترقی میں خالدہ ادیب خانم نے نہایت سرگرمی سے نمایاں حصّہ لیا۔

---

خالدہ ادیب نے ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء میں ہندوستان کا دورہ کیا۔ اور کئی مقامات پر حوصلہ افزا تقریریں کیں۔ لاہور میں ایک جلسہ ان کی آمد پر منعقد کیا گیا۔ جس میں خالدہ ادیب خانم نے انگریزی میں نہایت فصیح و بلیغ تقریر کی۔ وہ جنگ عالمگیر کے سلسلہ میں ترکی کی کمزوری اور اتحادیوں کی زبردستی کا ذکر کر رہی تھیں۔ کہ مجمع میں سے ایک آواز آئی۔ "اتحادی مُردہ باد"۔

خالدہ نے مسکرا کر کہا۔ "نوجوان اتحادی بہت دور ہیں" (یعنی وہ اتنے طاقت ور ہیں۔ کہ تمہارے یہ آوازے اُن کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے)۔

---



Marfat.com

خالدہ قوم پرست تھیں۔ اور اس لئے وہ کانگرس کی مہمان ہوئیں۔
ان کی رہنمائی اور معاونت کے لئے ایک دو کانگرسی فرشتے ساتھ رہتے تھے۔
امرت سر کے اسٹیشن پر گاڑی چند منٹ کے لئے ٹھہری۔ کوئی پندرہ بیس
نوجوان طالب علم جنہیں اس کے گذرنے کی خبر ہو گئی تھی۔ پلیٹ فارم پر موجود
تھے۔ میں بھی (مولف) سیر کرتا کرتا چلا گیا۔ گاڑی آئی۔ ٹھہری۔ اور نوجوان ایک
دوسرے درجہ کے ڈبے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ دروازہ پر ایک شخص کھادی
کا لباس پہنے۔ اور گاندھی ٹوپی سر پر رکھے۔ سامنے آیا۔ اس سے خالدہ
کی زیارت کی درخواست کی گئی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اور خالدہ دروازے
میں آکر کھڑی ہو گئیں۔

سردیوں کا موسم تھا۔ وہ ایک میانہ قد سبک اندام خاتون تھیں۔
چہرہ گلاب کے پھول کی طرح شگفتہ، مگر متانت و شرافت کی بُو باس اس پر
کھیل رہی تھی۔ نرگسی آنکھیں، لیکن شرم و حیا کے نور سے معمور۔ ایک لمبا سیاہ
کوٹ جو ٹخنوں تک تھا۔ زیب تن۔ سر پر سیاہ ریشمی رومال باندھا تھا۔
لیکن آدھی پیشانی، ٹھوڑی، ناک، منہ، آنکھیں ننگی تھیں۔ کان اور چہرہ
کا باقی حصہ چھپا ہوا تھا۔ ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں میں جرابیں تھیں۔
گویا اسلامی پردہ کا احترام ان کے ملحوظ خاطر تھا۔

سلام کا جواب دیا۔ ایک دو باتیں انگریزی میں کیں۔ اور مسکرا کر



Marfat.com

اپنی جگہ جا بیٹھیں۔ گاڑی چلی گئی۔ اور ملنے والے، ان کی متانت، شرافت اور پوشش کی تعریف کرتے ہوئے واپس آئے۔

---

ہمارے اکثر بڑے بڑے عالم و فاضل، مدبر اور سیاست دان چالیس پچاس سال میں کانگرس کی ہندو ذہنیت سے واقف نہ ہو سکے۔ اگست ۱۹۴۷ء کا محشر خیز سانحہ دیکھ کر بھی وہ ویسے ہی ہندوؤں کے حلقہ بگوش رہے۔ اور پاکستان کا مطالبہ کرنے والے مسلمانوں پر زہر چکانی کرتے رہے۔

مگر ایک ہزاروں میل دور کے ملک کی ایک عورت۔ صرف چند ماہ سیاحت کے لئے آئی۔ وہ کانگرس کی مہمان ہوئی۔ ہر جگہ کانگرسی ساتھ رہے۔ مسلمان سیاستدان کو اس سے ملنے کا موقعہ نہ ملا۔ اور ملا بھی ہو۔ تو بہت کم۔ مگر اس بالغ نظر اور حقیقت شناس خاتون نے ہندوستانی قوم پرستی کی تصویر ایسے الفاظ میں کھینچی ہے۔ کہ اس کی ہمہ گیر قابلیت، ژرف نگاہی اور انصاف پسندی کی داد دینی پڑتی ہے۔

خالدہ نے اپنا سفر نامہ "اندرونِ ہند" شائع کیا۔ جس میں لکھا۔ کہ

"سیاسی نقطۂ نظر سے ان سب (اہل ہند) کو غیر ملکی حکومت کے حامیوں میں شامل کرنا مشکل ہے۔ جب ہندو نیشنلسٹ مسلم اکثریت کے درمیان محصور ہوتا ہے۔ (جیسا کہ پنجاب اور

صوبہ سرحد ہیں) تو وہ علاحدہ ولایتی حکومت کے جاری رکھے جانے کا حامی ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ ہندو اکثریت کا ممبر ہوتا ہے۔ (اور اکثر حصص ملک کا یہی حال ہے) تو وہ نیشلسٹ ہوتا ہے۔ اس کے دماغ میں انڈیا۔ ایک ہندو نیشن کا نام ہے۔ اور اس کے اندر مسلمان کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ہندو نیشلسٹوں کے لئے ہندو اعلان کرتا ہے۔ کہ اس وقت تک صلح ہے نہ امن۔ جب تک مسلمان اور عیسائی موجود ہیں۔ اس کی قوم پرستی دراصل فسطائیت ہے۔ جو مذہبی و نسلی بنیادوں پر بنی ہے۔ اسی خیال کے لب لباب کو مسلمان اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر ہندو فرقہ پرستانہ حکومت قائم ہو گئی۔ تو مسلمان اس حکومت کے اچھوت اور شودر بن جائیں گے۔"

خالدہ ادیب نے ان سطور میں ہندوؤں کے رازِ درون پردہ کو طشت از بام کر دیا۔ مگر جن آنکھوں پر ناحق شناسی کی سیاہ عینک تھی۔ اور دلوں پر گمراہی کی مہر لگی تھی۔ ان کو پندرہ لاکھ نفوس کا خون بہتے دیکھ کر بھی اثر نہ ہوا۔ اور نہ ستر اسی لاکھ خانماں بربادوں کا بے سروسامان



Marfat.com

اور مصیبت زدہ قافلہ ان کے خیالات بدل سکا۔

خالدہ ادیب خانم ایک فاضل اجل، عالم بے بدل، مفکر و مدبر، زبردست مقرر، بلند پایہ مصنف، دقیقہ رس، بالغ نظر اور انصاف پسند خاتون ہیں۔ ترکی اس جلیل القدر ہمہ صفت موصوف دختر وطن پر جس قدر فخر کرے۔ بجا ہے۔

# فاطمہ یوسف خانم

ترکی کے مشہور سالار ــــــ یوسف پاشا کی بیٹی ــــــ فاطمہ یوسف خانم وطن کی ان جانباز خواتین میں ہیں۔ جنہوں نے قومی خدمت کے لئے اپنے آرام و آسائش کو خیرباد کہہ دیا۔

بہادر باپ کی طرح اس کے دل میں بھی جوشِ شجاعت چٹکیاں لیتا تھا۔ اور شمشیر بکف میدان جنگ میں جانے کے لئے بیقرار رہتی تھی۔

ابتدائی زندگی ــــــ تعلیم و تربیت ــــــ اور امور خانہ داری میں بسر ہوئی۔ مگر ۱۸ سال کی عمر میں ملکی حالات کا مطالعہ شروع کیا۔ وطن کا حال زار اور دشمنوں کا غلبہ دیکھ کر دل پر سخت چوٹ لگی۔ اور خدمت وطن کے لئے آمادہ ہو گئی۔

ان کی شادی ایک شریف نوجوان درویش بے سے ہوئی۔ مگر تین

سال نہ گذرے تھے۔ کہ پیارے شوہر کے انتقال سے ازواجی زندگی کی مسرتوں کا زمانہ ختم ہوگیا۔

---

شوہر کی وفات کے بعد فاطمہ اپنے وطن مالوف اطنہ میں واپس چلی گئی۔ فنِ حرب و ضرب کی تربیت حاصل کی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مردانہ فوجی لباس زیب تن کیا۔ اور اسلحہ جنگ سے آراستہ ہوکر میدان جنگ میں پہنچیں۔

جنگ طرابلس میں، انجمن ہلالِ احمر کے ساتھ مل کر گرانقدر خدمات انجام دیں۔ یہ بہادر خاتون ہر وقت شمشیر بکف اور پابرکاب رہتیں۔ اسد کے معرکہ میں اس قدر بہادری دکھائی کہ بڑے بڑے بہادر عش عش کرنے لگے۔

اگست ۱۹۲۱ء میں آپ کو انیر نیق کے مقام پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن کی فوج کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ چنانچہ فاطمہ نے یہ فرض بڑی مردانگی سے ادا کیا۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد اسی مقام پر دشمن نے زبردست حملہ کیا۔ فاطمہ ان مجاہدین میں شامل تھی۔ جو انیر بیق کے مورچہ پر دشمنوں کے حملوں کا جواب دے رہے تھے۔ اس معرکہ میں فاطمہ کے سینے کے بائیں جانب گولی لگی۔ مگر انہوں نے اس زخم کی پرواہ نہ کی۔ سینہ سے خون جاری تھا۔ اور یہ بدستور مقابلہ کرتی رہیں۔ پہلے معرکوں میں کئی دفعہ زخمی ہوئیں۔ مگر حبِّ وطن



Marfat.com

کے یہ نہ مٹنے والے داغ ہمیشہ اس کے لئے تمغہ افتخار رہیں گے۔

اس جانبازانہ خدمت کے اعتراف میں حکومتِ انگورہ نے اسعد کی ترکی فوج کا سالارِ اعظم بنا دیا۔

---

میدان جنگ میں فاطمہ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ وہ ان کے نام و شہرت کے لئے کچھ کم نہ تھے۔ مگر ان کے عالمانہ مضامین نے دنیا کے علمی حلقوں میں تہلکہ پیدا کر دیا۔ اور ان خدمات کے لئے "مسلم سٹینڈرڈ" لندن کے اوراق تجویز کئے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق اسی اخبار کی ایک اشاعت میں لکھا۔ کہ

"مجھے تعجب ہے ــــ کہ کیوں ہندوستانی مسلمان گورنمنٹ برطانیہ کے پاس وفود بھیجتے ہیں۔ اور کیوں انصاف، انسانیت اور سچائی کے نام پران سے اپیل کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس وقت تک موجودہ تہذیب کو نہیں سمجھا ہے"

اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتی ہیں۔ کہ

"میری تمنا ہے۔ کہ میں کل اسلامی ممالک کو آزاد اور خوشحال دیکھوں۔ اور ان پاک سرزمینوں پر خود انہی کی تہذیب



Marfat.com

و تمدن کا دور دورہ ہو۔ میں کسی حالت میں بھی یہ نہیں دیکھنا چاہتی۔ کہ مقلدین یورپ کا بیہودہ تمدن، تہذیب و معاشرت وہاں سایہ افگن ہو ــــــ یوں ہیں خود بھی ایک نئی تہذیب اور ایک جدید تمدن کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں مشرق اور ان میں سے بھی اکثر کی آنکھیں ہندوستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔"

"جماعت ایک طاقت ہے"۔ اس کے متعلق فرمایا ہے ؎۔

"یورپ اس قدر طاقت ور اور مضبوط کیوں ہو گیا ہے؟ محض نظام ترکیبی اور متحدہ طاقت کے باعث۔ دنیا کی کسی قوم کے پاس مسلمانوں سے زیادہ حصولِ طاقت اور حصولِ نظام کے ذرایع موجود نہیں۔ اور فی الحقیقت نظام کے بغیر اسلام کا وجود قائم نہیں رہ سکتا۔

مذہب اسلام یہ حکم دیتا ہے۔ کہ اگر تم تین ہو۔ تو ایک کو اپنا رہبر منتخب کر لو۔ خداوند تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔ وہ شخص جو جماعت سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ آگ کی طرف جاتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی۔ جو گمراہ کن ہو۔ ایک کے مقابلے میں دو اچھے ہیں۔



Marfat.com

دو کے مقابلے میں تین ۔ اور تین کے مقابلے میں چار اچھے ہیں ۔
اس لئے جماعت ایک فرض ہے ۔ جو تم پر عاید کی گئی ہے ۔
ایک دوسرے سے مشورہ کر کے اپنا کام کرو ۔ وہ شخص جو جماعت
سے علیحدگی کی حالت میں مرا ۔ وہ ایام جہالت کی موت
مرا ۔ اگر مسلمان حقیقتاً بیدار ہو گئے ہیں ۔ تو انہیں نیچے سے
اوپر تک ایک نظام میں منسلک ہونا چاہئے ۔ اگر وہ اس
کے پابند ہو گئے ۔ تو کوئی طاقت یا طاقتوں کا مجموعہ اُن کی
راہ میں کوئی ــــــ رکاوٹ عاید نہیں کر سکتا مسلمانوں
کا نظام حقیقتاً ایک انقلابی نوعیت کا ہو گا ۔"

یہ مضمون ۔ کتنا جامع ، کتنا مبنی بر حقیقت ۔ کتنا بصیرت افروز اور اسلامی
دنیا کے لئے درس عبرت ہے ۔ مسلمانان پاکستان کو اسے حرز جان بنانا چاہیئے ۔

---

قسطنطنیہ کے نیم سرکاری اخبار "العدل" نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں
فاطمہ یوسف خانم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا ۔ کہ

"محترمہ فاطمہ یوسف خانم کی خدمات قابل ستائش ہیں ۔
اس معزز خاتون نے اناطولیہ کے طبقۂ نسواں میں زندگی کی
نئی روح پھونک دی ہے ۔ اور اکثر خواتین کو میدان جنگ

ہیں خدمات بجا لانے پر آمادہ کر دیا ہے۔ ترکی حکومت نے ان خواتین کے حسنِ خدمات کے صلے میں انعام واکرام دینے چاہے۔ مگر ان غیور اور باحمیت خواتین نے کسی قسم کا معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔"

---

خواتین پاکستان اس بہادر اور شجاع خاتون کے جنگی، ادبی، اور عمرانی کارنامے چشم بصیرت سے پڑھیں۔ اور اس کے ایک ایک لفظ کو دل میں جگہ دیں۔

زندہ قوم کی بیوہ ہمیشہ کے لئے سوگوار نہیں رہتی۔ وہ صفِ ماتم کو اپنا مصلّیٰ نہیں بنائے رکھتی۔ بلکہ مشیّت ایزدی پر صابر و شاکر ہو کر اپنی زندگی خدا ملّت اور وطن کے سپرد کر دیتی ہے۔ یورپین اقوام نے سیاست کے زہر سے ترکی کے جسم میں مہلک جراثیم داخل کر دیئے۔ اور پھر اسے "مردِ بیمار" بنا کر اس کی ہلاکت کا نسخہ تیار کر لیا۔ مگر ترکی قوم کے بہادر مردوں اور جانباز عورتوں کے لئے یہ علاج ناقابلِ برداشت تھا۔ انہوں نے اس کا تریاق مہیا کر لیا۔ اور مہذب ڈاکٹر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

---



Marfat.com

# شوکت بلقیس خانم

ترکانِ احرار نے جب انگورہ میں حکومت قائم کی۔ تو جانباز احباب میں غازی فتحی بے بھی تھے۔

غازی فتحی بے نوجوان تھے۔ مگر نہایت قابلِ شجاع اور محب وطن اکثر معرکوں میں پیش پیش رہے۔ اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ فتحی بے نے ہوائی خدمت اپنے ذمے لی۔ سمرنا کے قریب طیارہ خراب ہوگیا۔ اور زمین پر گرتے ہی پاش پاش ہوگیا۔ اس حادثہ سے فتحی بے اور اس کے دوسرے ہمراہی شہید ہوگئے۔ فتحی بے کی عمر صرف ۲۵ برس تھی۔ اس مردِ جانباز کی شہادت سے سلطنت ٹرکی میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

شوکت بلقیس خانم اس مردِ مجاہد کی اہلیہ تھی۔ وہ بھی اپنے بہادر شوہر کی طرح بہادر و لائق اور قومی خدمت کی گرویدہ تھی۔

شوہر کی وفات پر اس نے ہمت نہ ہاری۔ بلکہ نہایت استقلال سے یہ صدمہ برداشت کیا۔ اور محض خدمتِ وطن ہی اپنا مقصدِ حیات قرار دیا اسے شوہر کی طرح ہوائی پرواز کا بہت شوق تھا۔ اور اسی ذوق کی وجہ سے ترکی قوم کے دل میں اس کی بہت قدر و منزلت ہوئی۔

اس نے ایک لمبے ہوائی سفر کا ارادہ کیا۔ ترکی خواتین کو جب اس کی خبر ہوئی۔ تو والہانہ محبت سے ملنے آئیں۔ متعدد مقامات سے عورات کی انجمنوں نے اس کے لئے تحائف بھیجے۔ پرواز سے پہلے خواتین کے دو جلسے منعقد ہوئے جس میں بڑے بڑے مشاہیر و اعیان کی بیگمات شریک ہوئیں۔ بلقیس خانم نے ایک فصیح و بلیغ تقریر میں فرمایا کہ۔

"وقت آگیا ہے۔ کہ اپنی ملت کے زوال و ادبار کے ماتم میں ہم عورتیں بھی مساویانہ حصہ لیں۔ کیونکہ ہم ہر بات میں اپنا مساویانہ حق مردوں سے طلب کرتی ہیں"

اور نہایت متانت سے کہا کہ۔

"ہوائی جہاز پر کچھ دور تک جانا۔ متمدن اقوام کے نزدیک ایک معمولی بات ہو گئی ہے۔ اور یہ کوئی تعجب خیز اقدام نہیں۔ یہ ارادہ میں نے اس لئے نہیں کیا۔ کہ اسے کوئی عجیب واقعہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ میری غرض صرف یہ ہے۔ کہ قوم کے



Marfat.com

سامنے ہمت، استقلال اور عمل کی ایک نظیر پیش کروں۔

جو میری ملت محبوب کے لئے اُلوالعزمانہ افعال کی محرک اور

بلند نظر مقاصد کی دعوت دے۔"

شوکت بلقیس کی اس جرأت آموز مثال نے خواتین عثمانیہ کے دلوں

میں ایک حیرت انگیز ولولہ پیدا کر دیا۔

شوکت بلقیس نے بہت سے مطبوعہ اشتہارات اپنے ساتھ رکھ لئے جو

ہر آبادی سے گزرتے ہوئے پھینکتی جاتی تھیں۔

ان اشتہارات میں بعض پر طلب غیرت و حمیت کے جملے تھے۔ بعض پر

دعائیہ فقرے۔ اور اکثر اوراق پر یہ لکھا تھا۔ کہ

"ملت عثمانیہ کے نام۔ غیرت و حمیت، صداقت اور

عمل کا پیغام مقدس"

یہ اشتہارات جب ہوا میں اڑتے ہوئے زمین پر آتے تھے۔ تو عوام

نہایت شوق سے انہیں پکڑتے۔ اس کا مضمون پڑھ کر متاثر ہوتے۔ اور

جب انہیں معلوم ہوتا۔ کہ اس طیارہ کو ایک معزز خاتون چلا رہی ہے۔

تو خوشی کے نعرے بلند کرتے۔

---

یہ بھی عورت ہے۔ اور ایک پاکستان کی عورتیں ہیں۔ کہ اپنے نوجوان



Marfat.com

بیٹوں کو ہوائی سروس میں بھیجتی ہوئی ڈرتی ہیں ——— موت لازمی ہے۔ اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ اس لئے ہر وقت اس سے خائف رہنا انسان کی روحِ عمل کو کمزور کر دیتا ہے۔

شوکت بلقیس خانم پر اپنے شوہر کے جانگداز حادثہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے اپنا مقصدِ حیات ہی ہوائی پرواز کے ذریعے خدمت وطن قرار دیا۔

---



Marfat.com

# فاطمہ عُلیا خانم

ٹرکی کے مشہور قوم پرست احمد جوادت پاشا کی دختر نیک اختر فاطمہ علیا خانم، نہایت ذہین، ہوشیار اور قابل تھیں۔ باپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت نہایت شوق سے حاصل کی۔

وہ اپنے باپ کی جدائی گوارا نہ کرتی تھی۔ قسطنطنیہ، حلب، بیروت، یانیہ وغیرہ میں جہاں باپ کی تبدیلی ہوئی۔ ساتھ رہی۔ لیکن سفر میں بھی وہ علوم و فنون حاصل کرنے میں مصروف و منہمک رہی۔

قرآن شریف قرأت کے ساتھ پڑھتیں۔ تو سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ عربی و فارسی میں کافی استعداد حاصل کی۔ فرانسی اور جرمن زبان سیکھیں۔ ان میں کمال حاصل کیا۔

علم و ادب کی تمام شاخوں، بدیع، بیان، عروض، صرف و نحو وغیرہ



Marfat.com

کی طرف توجہ کی تو ان میں بھی نام پایا۔

علم موسیقی، فن تاریخ، ریاضی، اور منطق و فلسفہ میں حیرت انگیز استعداد تھی۔ جس سے تمام ملک میں ان کی عزت و شہرت ہو گئی۔

فاطمہ علم و فضل کے ساتھ امورِ خانہ داری میں ٹرکی کی دنیائے نسواں میں ایک قابل تقلید مثال تھیں۔

ان کے علم و فضل کا عورتوں کی عمرانی زندگی پر نمایاں اثر ہوا۔ وہ رواجی پردہ کی غیر مفید قیود سے آزاد ہو کر شرعی لباس میں مردوں کے دوش بدوش خدمتِ ملک میں حصہ لینے لگیں۔

فاطمہ نے تصنیف و تالیف کو خدمتِ وطن کا ذریعہ قرار دیا۔ جب کوئی ضرورت پیش آتی۔ تو وہ قلم کے جوہر دکھاتی۔ جو تلوار سے زیادہ کاٹ کر جاتے۔ اور اس طرح ملک و قوم کی خدمت کر کے انہوں نے الور و طلعت جیسے بلند پایہ مشاہیر سے خراج تحسین حاصل کیا۔

فاطمہ کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین نہایت بلند پایہ۔ ولولہ انگیز اور حریت افروز ہوتے۔ ان مضامین نے اس دور ابتلا میں ترکوں کی رہنمائی کی۔ اور طبقہ نسواں میں حقوق طلبی کا زبردست احساس پیدا کر دیا۔

فاطمہ نے اس زمانہ میں فرانس کے ایک مشہور اور فاضل مصنف "جارج اونا" کا ترجمہ ترکی زبان میں "مرام" کے نام سے شائع کیا۔ اہل ملک نے اسے نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔



Marfat.com

اخبار "ترجمان حقیقت" میں متفرق طور پر اس مضمون کی اقساط شایع ہوتی رہیں۔ مگر مضمون نگار نے اپنا نام شایع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ علامہ مدحت آفندی اور ملک کے دیگر اہل الرائے بزرگوں نے صاحب مضمون کا نام معلوم کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کیں۔ آخر بڑی مشکل سے یہ راز کھلا۔ کہ

"جارج اونا" کی فرانسیسی تصنیف کا ترجمہ کرنے والا کوئی مرد نہیں۔

بلکہ وہ ایک خاتون جودت پاشا کی بیٹی فاطمہ علیا خانم ہیں"

یہ عجیب و غریب عقدہ حل ہونا تھا کہ ادبی حلقہ میں فاطمہ کی ادبی قابلیت کے چرچے ہونے لگے۔ اور وہ ترکی کی واحد مصنف و ادیب عورت مشہور ہو گئیں۔

اس کے بعد فاطمہ نے ملکی اخبارات میں زبردست مقالے لکھے۔ بڑے آدمیوں سے علمی و ادبی مناظرے کئے۔ اور اپنی قابلیت کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ سارا ملک اُن کی علمی قابلیت کا مداح ہو گیا۔

غرضیکہ فاطمہ پیکرِ علوم تھیں۔ جس نے اپنے زورِ قلم سے نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں میں بھی نام حاصل کیا۔

ترکی کو اس ابتلا کے زمانہ میں دشمنوں کے مقابلہ میں تلوار کی ضرورت تھی اور اہل ملک میں زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے زورِ قلم کی۔ سو یہ فرض فاطمہ نے نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

---



Marfat.com

# فاطمہ بنت عبداللہ

جنگ طرابلس میں جبکہ غازیانِ اسلام اٹلی کے مقابل نبرد آزما تھے۔ فاطمہ بنت عبداللہ کا جذبۂ حمیت اسے میدان کارزار میں لے گیا۔ اس نے بہادرانِ ملت کو پانی پلانے کی خدمت اپنے ذمے لی۔ اور اسی حالت میں جامِ شہادت نوش کیا۔ علامہ اقبالؒ نے دردانگیز واقعہ کو نہایت موثر پیرایہ میں نظم کیا ہے ؎۔

فاطمہ! تو آبروئے اُمتِ مرحوم ہے۔ ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی غازیانِ دین کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر! ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں



Marfat.com

فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرّہ ذرّہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

بیخبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں اُنکی اس مرقد سے میں

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نُور

جو ابھی اُبھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

---



Marfat.com

عورت چراغ خانہ ہے۔ اس سے تمام
در و دیوار روشن ہیں۔ اگر یہ نہ ہو، تو دنیا تاریک،
بے رونق اور ویران ہو جائے۔
عورت کی نورانیت سے آنکھیں پُرنور اور
دل مسرور رہتا ہے۔" (ارسطو)



Marfat.com

# بابِ پنجم



Marfat.com

# رضیہ سلطانہ

رضیہ سلطانہ ——— خاندان غلاماں کی چشم و چراغ سلطان قطب الدین ایبک کی نواسی اور سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی تھی۔ سلطان کو اس سے گہری محبت تھی۔ علم و فضل میں اپنی نظیر آپ۔ سیاست و تدبیر میں لاثانی۔ اسلامیت کے جذبات سے سرشار۔ ملکی معاملات میں باپ کی مشیر خوش تدبیر۔

سلطان کے بیٹے عیاش، کاہل اور آرام طلب تھے۔ اسے رضیہ پر بھروسہ تھا۔ کہ اس کے بعد سلطنت کے کاروبار کو یہی بخوبی سرانجام دے سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب سلطان اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ تو امرا و وزرا کے متفقہ فیصلہ سے رضیہ تخت سلطنت پر بیٹھی۔ مگر اس وقت ملک کے اندر بدامنی اور ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ دور دور کے جاگیردار اور سردار اکثر خود مختار بن گئے تھے۔ کئی ایک آپس میں سمجھوتہ کر کے دارالخلافہ کی طرف بڑھنے لگے۔ غضب یہ ہوا۔ کہ سلطان



Marfat.com

کا وزیر اعظم نظام الملک جنیدی خفیہ طور پر اس سازش میں شریک تھا۔ یہ وقت ایسا تھا۔ کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی بد حواس ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ بہادر عورت ذرا نہ گھبرائی۔ تھوڑے عرصہ میں اپنے سیاسی شعور سے ان کو ایک دوسرے کا مخالف بنا دیا۔ اور باغی طاقتوں کو ختم کر کے سلطنت کو مستحکم و مضبوط کر لیا۔

اس فتنہ کو دبانے کے بعد اس سے راجپوتانہ کے شورش پسندوں کی سرکوبی کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

---

رضیہ نے ملک کی بہتری اور رعایا کی بھلائی کے لئے پردہ اٹھا دیا۔ کیونکہ ان پُر آشوب حالات میں وہ خاطر خواہ کام نہ کر سکتی تھی۔ اس نے مردانہ لباس پہنا۔ گھوڑے کی سواری کرنے لگی۔ اور فوج کی کمان بھی اپنے ہاتھوں میں رکھی۔ دربار میں بے پردہ آتی۔ اور بادشاہوں کی طرح کاروبار سلطنت انجام دیتی۔ لوگوں کی فریاد رسی اور عدل و انصاف کے لئے عوام کو بازیابی کی اجازت تھی

گوالیار کی طرف سے شورش کی خبریں آئیں۔ زبردست فوج لے کر وہاں گئی۔ اور قلعہ گوالیار کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بغاوتوں اور شورشوں کا خاتمہ کر کے امن و اطمینان سے ملک کی فلاح و بہبود کا کام شروع کیا۔ راستے محفوظ ہو گئے۔ چوروں اور رہزنوں کا خطرہ جاتا رہا۔ تجارت و زراعت سے ملک خوشحال ہو گیا۔ قحط سالی کی مصیبت دور ہو گئی۔ قرآن

اور دینی تعلیمات کے لئے جا بجا مدرسے قائم کر دیئے۔

قرآن مجید کی بلا ناغہ تلاوت کرتی۔ اور نماز روزہ کی سختی سے پابند تھی۔

"طبقات ناصری" کا مولف لکھتا ہے۔ کہ

"سلطان رضیہ کو خدا نے وہ سب خوبیاں عطا کر دی تھیں۔ جو عادل اور قابل بادشاہوں میں ہونی چاہیئں۔ اس میں سوائے عورت ہونیکے اور کوئی کمی نہیں تھی۔ عدل و انصاف، عقل و فہم، تدبر و سیاست میں یہ عورت اپنے زمانہ کے بہترین مردوں سے بڑھ کر تھی۔ مذہبی علوم کے علاوہ دوسرے علموں میں بھی نہایت قابل تھی۔"

امرائے دربار میں جمال الدین یاقوت حبشی بڑا وفادار اور جان نثار تھا۔ سلطان رضیہ کو اس پر کامل اعتبار تھا۔ اس نے اس کو امیر الامرا کا مرتبہ دیا دربار کے ترک امرا جو رضیہ کے تخت نشین ہونے پر بغاوت کے لئے آمادہ ہو گئے تھے۔ اس پر حسد کرنے لگے تھے۔ ملکہ نے نہایت عقل مندی سے ان کی ترکی تمام کی۔ مگر وہ درپردہ سازشیں کرتے رہے۔ چنانچہ لاہور کے جاگیر دار ملک اعزاز الدین کبیر خاں نے علم بغاوت بلند کیا۔ ملکہ خود فوج لے کر لاہور آئی۔ شاہی فوج نے زبردست حملہ کیا۔ ملکہ خود میدان جنگ میں موجود تھی۔ اور فوج کو ہدایت دیتی تھی۔ کبیر خاں مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور بھاگ گیا۔

بعد میں چند امرائے دربار کی وساطت سے صلح کی درخواست کی۔ ملکہ نے معاف کرکے اس کی جاگیر بحال کردی۔

---

ترک جب اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ تو انہوں نے بھٹنڈہ کے جاگیردار ملک التونیہ کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ ملکہ اس کے مقابلہ پر پہلے سے زیادہ تیاری کے ساتھ آئی۔ بھٹنڈہ کے پاس پہنچی۔ تو وہ سب ترک اُمرا جو اب تک خفیہ سازش کر رہے تھے۔ کسی بہانے اپنا فوج بگڑ گئے۔ جمال الدین یاقوت کو قتل کیا اور رضیہ کو گرفتار کرکے بھٹنڈہ کے قلعہ میں قید کردیا اب ملکہ بے بس تھی۔ اس کا نازک جسم زنجیروں کے آہنی زیور سے جکڑا ہوا تھا۔ اور اس کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی۔

---

باغی ——— رضیہ سلطانہ ——— کو قلعہ میں اسیر چھوڑ کر دہلی روانہ ہوگئے اور رضیہ کے سوتیلے بھائی کو بادشاہ بنا کر سب بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کرلئے۔ یہ بندربانٹ ملک التونیہ کو بہت ناگوار گذری۔ کیونکہ علم بغاوت بلند کرنے سے پہلے اسے بہت بڑا عہدہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

رضیہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے ملک التونیہ سے بات چیت شروع کی۔ اور باہم مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ملکہ اس سے شادی کرلے۔

Marfat.com

اور دونوں مل کر ایک دفعہ پھر دہلی کا تخت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

---

رضیہ سلطان اور ملک التونیہ کی شادی ہو گئی۔ قسمت برگشتہ تھی۔ اور یہ تدبیر بجائے فائدے کے نقصان کا موجب ہوئی۔ جب رضیہ کے سوتیلے بھائی بہرام کو علم ہوا۔ تو وہ ایک بڑی فوج لے کر بھٹنڈے پر چڑھ آیا کیتھل کے قریب رضیہ اور التونیہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اور دونوں گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔

---

سلطان رضیہ کی حکومت تین سال رہی۔ اس قلیل عرصہ میں اس نے اپنی فرماں روایانہ قابلیت سے دنیا کو حیران کر دیا۔

وہ ایک بہادر، مدبر اور منتظم عورت تھی۔ اس نے اپنے طرز عمل سے بتا دیا۔ کہ ایک عورت بھی حکمرانی کے فرائض نہایت خوبی سے انجام دے سکتی ہے۔

---

# غریب ملکہ

سلمیٰ ـــــــ ناصر الدین بادشاہ ہندوستان کی ملکہ نہایت نیک دل اور صابرہ خاتون تھیں۔ جیسا خدا دوست بادشاہ ویسی ہی باخدا اس کی بیوی ـــــ

وہ گھر کا سارا کام خود کرتی۔ کھانا پکانا، سینا پرونا، اس کا دستور العمل تھا۔

سلطان ایک دن آئے۔ سلمیٰ بہت افسردہ خاطر تھیں۔ چہرہ پر اداسی آنکھوں میں آنسو۔

سلطان نے پوچھا۔ آج تم خلافِ معمول پریشان ہو۔ کیا سبب ہے؟ کیا کوئی تکلیف ہے"

ملکہ ـــ "ہاں!"

سلطان ۔ "بتاؤ۔ تاکہ اس کا تدارک کیا جائے"

ملکہ ۔ (ہاتھ دکھا کر) "روٹیاں پکا رہی تھی۔ کہ ہاتھ جل گیا"

سلطان ۔ "افسوس! پھر کیا کیا جائے"

ملکہ ۔ "اگر گھر کے کام کاج میں مدد کے لئے آپ ایک لونڈی رکھ دیں تو مجھے بہت آسانی ہو"

سلطان ۔ "یہ تو درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ میں خود قرآن شریف لکھتا اور ٹوپیاں بناتا ہوں۔ اور اس سے جس قدر آمدنی ہوتی ہے۔ اس سے گھر کا گذارہ کرتا ہوں۔ میری آمدنی اتنی نہیں۔ کہ ہم دونوں خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں"

ملکہ ۔ "آپ کے امیر وزیر بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں۔ ان کے گھر کئی کئی غلام اور لونڈیاں کام کرنے کے لئے موجود ہیں ــــــ کیا آپ ایک لونڈی بھی نہیں رکھ سکتے"

سلطان ۔ "بیشک کہنے کو بادشاہ ہوں۔ اصل میں میری حیثیت ایک غریب آدمی کے برابر ہے ــــــ سرکاری خزانہ رعایا کا مال ہے میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔ وہ رفاہِ عامہ پر خرچ ہونا چاہیئے اگر میں آج اس میں سے کوئی رقم لے لوں۔ تو کل خدا کو کیا جواب دوں گا۔ تم ہی سوچو ایسی صورت میں کیا کرسکتا ہوں"



Marfat.com

ملکہ ویسے ہی صابرہ شاکر تھی۔ تو ری تکلیف سے متاثر ہو کر بادشاہ سے عرض حال کر دی۔

ملکہ ۔ "ہاں مجھے معلوم ہے۔ مگر انتہائی تکلیف کی حالت میں بات منہ سے نکل گئی۔"

سلطان ۔ "غریبوں کو لونڈیوں کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح میں اپنے ہاتھ سے کام کر کے روٹی کماتا ہوں۔ تم بھی محنت کر کے گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرو۔ خدا برکت دے گا۔ اور بہشت میں کئی لونڈیاں تمہارے پاس ہوں گی۔ یہاں کی تکلیف عاقبت کی راحت کا موجب ہوگی۔"

ملکہ ۔ (مسکرا کر) "بہت اچھا! میں اس جسارت کے لئے آپ سے معافی مانگتی ہوں۔ اگر مجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے۔ تو خدا کے حضور میں توبہ کرتی ہوں۔"

سلطان ۔ "خدا ہمارے گناہ معاف کرے۔ اور حلال کی روزی پر بسر اوقات کرنے کی توفیق دے۔"

ملکہ کے دل پر جو ہاتھ جلنے کی وجہ سے کسی قدر ملال تھا۔ وہ سب جاتا رہا۔ اور آخری وقت تک گھر کے کاروبار میں مصروف رہی۔

---

یہ بادشاہ بیگم کا حال ہے۔ مگر ہماری مائیں، بہنیں، ذرا آسودگی کی صورت نظر آتی ہے۔ تو فوراً کوئی "مائی" کھانا پکانے اور دوسروں کاموں کے لئے ڈھونڈنے لگتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی لڑکیاں بھی گھر کے کام کاج سے نفرت کرنے لگتی ہیں۔ لیکن قدرِ عافیت اس وقت معلوم ہوتی ہے۔ جب آرام و آسائش کے دن جواب دے جاتے ہیں۔

---



Marfat.com

# چاند بی بی

مغلوں کے عہد میں ——— دکن خود مختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا چند اسلامی ریاستیں بھی تھیں — جو آپس میں مصروف پیکار رہتی تھیں۔ وہ اس خانہ جنگی میں اس قدر کمزور ہوگئیں۔ کہ ریاست وجے نگر کا راجہ رام راج ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا ——— ہندو مسجدوں میں بت رکھ کے ان کے سامنے بھجن گاتے۔ باجے بجاتے تھے۔ مسلمان کا مذہب، عزت، آبرو، جان و مال سب کچھ خطرے میں تھا۔

فتنہ و شر کے اس دور میں۔ احمد نگر کے فرماں روا حسین نظام شاہ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور جلد ہی اسلامی ریاستوں کی خانہ جنگی ختم ہوگئی۔ باہم اتحاد پیدا ہوگیا۔ اور مسلمانوں میں زندگی کے آثار نظر آنے لگے

چاند بی بی کی ماں ——— خدیجہ سلطان نہایت عقلمند اور



Marfat.com

قابل تھیں۔ اس نے لڑکی کی پرورش نہایت توجہ سے کی۔ تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ جب ہوش سنبھالا تو امور سلطنت میں خاص حصہ لینے لگی۔ اس کے مشورے نہایت مفید ہوتے تھے۔

سیاسی مصالح کی بنا پر چاند بی بی کی شادی والیٔ بیجاپور سے کر دی گئی۔ باپ نے بہت سا مال و زر، قیمتی زیورات، گراں بہا پارچات، جاگیر، اور شولہ پور کا قلعہ جہیز میں دیا۔

چاند بی بی۔ عربی و فارسی زبانوں کی ماہر تھی۔ تلنگی اور مرہٹی زبانوں میں بے تکلف گفتگو کر سکتی تھی۔ اعلیٰ درجہ کی شہسوار، تلوار چلانے میں ماہر، اور خاوند کی بڑی خیر خواہ۔ جب کسی سیاسی معاملہ میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی۔ تو نہایت خوبی سے سلجھا دیتی۔ بڑی بڑی مہموں میں خاوند کے ساتھ رہتی۔ اور رزم و پیکار میں جوہر شجاعت دکھانے میں سینہ سپر اور شمشیر بکف رہتی۔

---

حکومت کیا ہے؟ کانٹوں کی سیج۔ کوئی بادشاہ ہوگا۔ جسے آرام کی نیند سونا نصیب ہو۔ عادل شاہ کے دشمن بھی تھے۔ جو اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے درپے تھے۔ بیگم کو جب معلوم ہوا۔ تو اس نے خاوند سے کہا کہ "تم آرام سے سویا کرو۔ میں رات کو پہرہ دیا کروں گی"

چنانچہ ایک رات علی عادل شاہ سویا ہوا تھا۔ اور چاند بی بی پہرہ



Marfat.com

دے رہی تھی۔ کہ محل کی چھت پر پیروں کی چاپ سنی۔ بیگم تلوار لے کر اوپر گئی دو مسلح آدمی دکھائی دیئے۔ وہ بجلی کی طرح ان پر گری۔ اور اس خوبی سے تلوار چلائی۔ کہ دونوں آن کی آن میں وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اور یہ بدستور نیچے آکر پہرہ دینے لگی۔

بادشاہ کی آنکھ کھلی تو مسکرا کر کہا ——— کہ "رات آپ کے دو مہمان آئے تھے۔ میں نے کوٹھے پر آرام کی نیند سلا رکھے ہیں"

بادشاہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ نہایت جوش سے اس کی شجاعت کی داد دی ——— آخر علی عادل شاہ ایک خواجہ سرا کے ہاتھوں مارا گیا۔

عادل شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اپنے بھتیجے ابراہیم شاہ کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اور چاند بی بی کو اس کا سرپرست۔

چاند بی بی اب مشکلات میں گھر گئی۔ شاوند کی وفات کا صدمہ۔ امیر وزیر غدار اور خود غرض۔ وہ چاند بی بی کے دشمن تھے۔ ابراہیم شاہ کو قتل کر کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے چاند بی بی کے خلاف عوام میں آگ بھڑکا دی۔ اور مشورہ کر کے چاند بی بی کو ستارہ کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں باغیوں کے سرغنہ کشور خاں کو اپنے کئے کی سزا مل گئی۔ اور وہ قتل ہو گیا۔

بعض امیر وزیر چاند بی بی کی خوبیوں اور اس کی قابلیت سے واقف



Marfat.com

تھے۔ انہوں نے چاند بی بی کو رہا کر کے سلطنت پھر اس کے سپرد کردی۔

مخالف ریاستوں کو علم تھا۔ کہ بیجانگر کی حکومت اندرونی خلفشار کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئی ہے۔ چنانچہ برار، بیدر اور گول گنڈہ کی ریاستوں نے بیجاپور پر حملہ کردیا۔ چاند بی بی محل کی زندگی کو خیرباد کہہ کر میدان میں نکل آئی۔ اور بہت سے دشمنوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

دشمنوں نے ایک مرتبہ شہر کی فصیل ایک مقام پر توڑ دی۔ اس وقت آندھی چل رہی تھی۔ اور بارش زور شور سے ہو رہی تھی۔ بہادر چاند بی بی چہرے پر نقاب ڈالے۔ ہاتھ میں تلوار لئے میدان میں ڈٹ کر کھڑی ہو گئی۔ جب تک سپاہیوں اور مزدوروں نے دیوار مرمت نہ کر لی۔ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

فوج و سپاہ کے حوصلے بڑھ گئے۔ سب نے لڑائی میں جان توڑ کر حصہ لیا اور دشمن سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ چاند بی بی بیجاپور کی ہردلعزیز ملکہ بن گئی۔ رعایا کی خوشحالی، آرام و آسائش پر اپنی توجہ مبذول کی۔

---

شہنشاہ اکبر کا بیٹا مراد ــــــ سپہ سالار خانخاناں۔ جو دکن کی تسخیر کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ایک لشکر عظیم لے کر دکن کو روانہ ہوئے۔

جب چاند بی بی کو خبر ہوئی۔ تو اس نے امراو وزرا، اور فوج و سپاہ کے افسران اعلیٰ کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور حفاظتِ وطن کیلئے



Marfat.com

ایک موثر تقریر کی۔ سب نے باہمی جھگڑے چھوڑ کر دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا عہد کیا۔ چاند بی بی نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

جب شہزادہ مراد اور خانخاناں احمد نگر آپہنچے۔ تو چاند بی بی نے گول گنڈہ اور احمد نگر میں پیغام بھیجے۔ کہ "اگر اس وقت تم احمد نگر کو بچانے کے لئے بیجاپور کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ نہ کرو گے۔ تو سب تباہ و برباد ہو جاؤ گے"

چاند بی بی نے قلعہ کو مضبوط بنا لیا تھا۔ مغل فوجوں نے حملہ کیا۔ اور کئی روز تک زور لگاتے رہے۔ مگر قلعہ سر نہ ہوا۔ آخر شہزادہ مراد نے قلعہ کی فصیل کے نیچے خندق کھدوائی۔ اور خفیہ طور پر اس کے نیچے بارود کی تھیلیاں رکھوا دیں چاند بی بی کو اس شرارت کا پتہ لگ گیا۔ اس نے فوراً تھیلیاں اٹھوا کر خندق میں پانی بھرنا شروع کر دیا۔

لڑائی شروع ہو گئی۔ بیگم خود نقاب پہنے تلوار ہاتھ میں لئے بجلی کی طرح کوند پڑی۔ سپاہیوں نے بھی بیگم کی یہ بہادری دیکھ کر جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ شہزادہ کی فوجیں پیچھے ہٹ گئیں۔ ہزاروں کھیت رہے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ رات نے دونوں فوجوں کے درمیان سیاہ پردہ ڈال دیا۔ اور لڑائی بند ہو گئی۔

دوسرے دن شہزادہ مراد کے چند معتمد بیگم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پیغام دیا۔ کہ

"ہم تمہارے اندر بہادری کے وہ جوہر دیکھتے ہیں۔ جو کسی فاتح



Marfat.com

میں ہونے چاہییں - ہم تمہیں چاند بی بی نہیں - بلکہ چاند سلطان کہیں گے۔"

چاند بی بی اور شہزادہ مراد کے درمیان بعض شرائط پر صلح ہو گئی۔ مگر یہ صلح برقرار نہ رہی۔ چاند سلطان دوبارہ لڑائی کے حق میں نہ تھی۔ لیکن دشمنوں نے سمجھا۔ کہ چاند سلطان شہزادہ مراد کے ساتھ مل گئی ہے۔ ان غدار اور بد باطن لوگوں نے اس جانباز، فدائے وطن اور بہادر خاتون پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ ع

مدارِ روزگار سفلہ پرور را تماشا کن

---

چاند بی بی نہایت بہادر، مدبّر، دانشمند اور رعایا پرور تھی۔ وہ دنیا کی ان چند عورتوں میں تھی۔ جنہوں نے اپنے دلیرانہ کارناموں سے یہ ثابت کر دیا کہ عورت صنف نازک ہی نہیں۔ اور نہ اس کی نرم انگلیاں پنگوڑا ہلانے کے لئے ہیں۔ وہ تلوار ہاتھ میں لے کر مردوں کا منہ موڑ دیتی ہیں۔ اور قوموں کی تقدیر پلٹ سکتی ہیں۔ اگر اس کو غدار امراء و وزراء سے سابقہ نہ پڑتا۔ تو وہ دکن کو ایک آزاد حصہ ملک بنا دیتی۔ افسوس! ؎

تقدیر سے قسمت کی بُرائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

---



Marfat.com

# نورجہاں

صحرائے قندھار میں ــــ ایک درخت کے نیچے ــ چند اشخاص بیٹھے ہیں ایک میاں بیوی۔ دو تین بچے۔ عورت کے ہاتھ میں ایک نوزائیدہ بچی ہے۔ اسے دیکھ دیکھ کر رو رہی ہے۔ میاں بھی اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

میاں ــ "تو پھر کیا کیا جائے؟"

بیوی ــ "ہاں ــــ اس کو ساتھ لے جانا محال ہے"

میاں ــ "کیا اسے یہیں چھوڑ دیا جائے"

بیوی ــ "یہ بھی مشکل ہے"

میاں ــ "تو ساتھ ہی لے چلو"

بیوی ــ "مگر یہ بھی ــــ"

میاں ــ "اس معصوم کا کیا ہے۔ اسے جنگلی جانوروں کا طعمہ بنانے

کے لئے چھوڑ دیا جائے؟"

بیوی ـــ "ہاں! ـــ کوئی شیر چیتا کھا جائے گا۔ یا بھیڑیئے لوٹ جھپٹ کر جائیں گے"

میاں ـــ "یہ نہ سہی۔ چیل کوے غریب کی بوٹیاں نوچ لیں گے"

بیوی ـــ (رو کر) "میں جگر کے ٹکڑے کو ساتھ لے چلوں گی"

میاں ـــ "اس نے راستہ میں دم دے دیا۔ تو اور مصیبت ہو گی"

بیوی ـــ "اچھا ـــ یہیں چھوڑ دو ـــ زندگی ہے۔ تو خدا کوئی سبیل پیدا کر دیگا۔ ورنہ ـــ"

ماں کبھی اٹھاتی ہے۔ کبھی زمین پر رکھ دیتی ہے۔ ہاتھوں میں تشنج ہے پاؤں سوجے ہوئے۔ تلوؤں میں چھالے پڑے ہیں۔ آخر یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ یہیں چھوڑ دیا جائے۔

ماں بحال زار درخت کے پتے توڑتی ہے۔ زمین پر اُن کا فرش بناتی ہے۔ کپڑے میں لپیٹ کر درخت کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ اور درگاہِ باری میں نہایت عاجزی سے دعا کرتی ہے:۔

"اے رب العٰلمین! بے سہاروں کے سہارے! میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو تیری حفاظت میں چھوڑتی ہوں"

ابھی یہ تھوڑی ہی دُور گئے ہوں گے۔ کہ پیچھے سے ایک قافلہ آیا۔ اس کا ایک آدمی درخت کے پاس سے گذرا۔ دیکھا۔ کہ پھول سا بچہ پتوں کے ڈھیر میں پڑا ہے۔ بڑھ کر اسے گود میں اٹھا لیا۔ اور اپنے سردار ملک مسعود کے پاس لے آیا۔ وہ ایک رحم دل سوداگر تھا۔ اس ماہ پارہ بچی کو لے کر گلے سے لگا لیا۔

ملک مسعود نے اپنے ایک ملازم کو پاس کے گاؤں میں بھیجا۔ کہ کسی دودھ پلانے والی عورت کو لے آئے۔ اتفاقاً وہ اسی جگہ پہنچا۔ جہاں یہ بدنصیب اترے ہوئے تھے۔ اس نے کہا۔ "میرے مالک کو ایک بچے کے لئے دودھ پلانے والی عورت کی ضرورت ہے۔"

آدمی نے کہا۔ "لاؤ بچہ کہاں ہے؟"

ملازم نے کہا۔ "میرے آقا کے پاس۔ تم وہیں چل کر دیکھ لو۔"

وہ ملازم کے ساتھ گیا۔ سوداگر کے پاس جا کر بچی کی صورت دیکھی تو باغ باغ ہو گیا۔ اور اپنی درد انگیز داستان سنائی۔

"میں حاکم خراسان کا ایک متمول تاجر تھا۔ اور میرا داماد وہاں کا وزیر۔ مجھ پر دشمنوں کی سازش سے بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ تمام جائیداد ضبط کر لی۔ اور ملک بدر کرنے کا حکم دیا۔ میرا نام مرزا غیاث ہے۔ اور مصیبت کا مارا معہ اہل و عیال ایک قافلے کے پیچھے چل پڑا۔ اس درخت کے نیچے یہ بچی پیدا ہوئی۔ جسے یہاں چھوڑ کر ہمیں جانا پڑا۔"



Marfat.com

سوداگر نے کہا "بچی کو ماں کے پاس پہنچاؤ۔ کوئی فکر نہ کرو۔ میں تمہیں بحفاظت تمام ہندوستان پہنچا دوں گا۔" ماں جب بچی سے ملی۔ تو اس کو چھاتی سے لگایا۔ پیار کیا۔ خدا کا شکر بجا لائی۔

---

لڑکی کا نام مہرالنسا رکھا گیا۔ ہندوستان پہنچے۔ ملک مسعود کو اکبر کے دربار میں رسائی حاصل تھی۔ ایک دن اس نے بادشاہ کو مرزا غیاث کی داستانِ غم اور مہرالنسا کی پیدائش کا قصہ سنایا۔ اکبر بہت متاثر ہوا۔ مرزا غیاث کو طلب کیا۔ اور محلات شاہی کا داروغہ مقرر کیا۔ مہرالنسا اور اس کی والدہ کو محلات شاہی میں رہنے کی اجازت دی۔

مہرالنسا کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔ دس سال کی عمر میں گھریلو کام اور علوم و فنون سیکھ لیے۔ عربی و فارسی میں خاص دسترس ہو گئی۔ تیر اندازی۔ بندوق چلانا، شمشیر زنی اور شہسواری کا فن اپنے باپ اور بھائیوں سے سیکھ لیا۔ صورت و سیرت کے لحاظ سے شاہی محل میں اس کی ذات بہت نمایاں ہو گئی۔

---

ایک دن مہرالنسا شاہی محل کے پائین باغ میں پھولوں سے کھیل رہی تھی۔ تتلیاں اس کے ارد گرد چکر لگا رہی تھیں۔ کہ شہزادہ سلیم آیا۔ دو



Marfat.com

کبوتر اس کے ہاتھ میں تھے۔ مہرالنسا سے کہا "لو! انہیں پکڑے رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

مہرالنسا نے کبوتر لے لئے۔ اور ایک کبوتر ہاتھ سے اُڑ گیا۔

جب شہزادہ واپس آیا۔ تو ایک کبوتر کو دیکھ کر کہنے لگا۔ "ہیں! میرا دوسرا کبوتر؟"

مہرالنسا نے بھولے پن سے جواب دیا۔ "حضور! وہ اُڑ گیا۔"

شہزادہ نے پوچھا۔ "کس طرح؟"

مہرالنسا نے دوسرا کبوتر بھی ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور کہا۔ "اس طرح!"

شہزادے کو یہ معصومانہ ادا بہت پسند آئی۔ اور مسکرا کر چلا گیا۔

---

اب مہرالنسا جوان ہو گئی۔ بادشاہ نے اس کی شادی مرزا غیاث کے مشورے سے ایک ترک سپاہی علی قلی کے ساتھ کر دی۔ وہ بڑا بہادر تھا۔ ہاتھی کے ساتھ لڑ جاتا، شیر کو بغیر ہتھیار کے مار گراتا۔ اس لئے بادشاہ نے اس کو شیر افگن (شیر کو گرانے والا) کا خطاب دے کر بردوان (بنگال) کا علاقہ جاگیر میں بخشا۔۔۔۔ اور مہرالنسا اپنے شوہر کے ساتھ بردوان چلی گئی۔

---



Marfat.com

اکبر کی وفات کے بعد شہزادہ سلیم ـــــ نورالدین جہانگیر ـــــ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ تو بنگال میں بغاوت کی آگ سلگ رہی تھی شیرافگن بھی باغی گروہ کے ساتھ تھا۔ جہانگیر نے اپنے دودھ بھائی قطب الدین کو بنگال کا صوبہ دار بنا دیا۔ تاکہ باغیوں کا قلع قمع کر کے ملک میں امن قائم کرے ۔ شیرافگن بردوان چلا گیا۔ قطب الدین اسے گرفتار کرنے کے لئے وہاں پہنچا۔ تو پکڑ دھکڑ میں قطب الدین مارا گیا۔ مگر شیرافگن بھی نہ بچ سکا۔ مہرالنسا اور اس کی بچی کو جو شیرافگن سے تھی۔ آگرہ کے شاہی محل میں اپنے ماں باپ کے پاس بھیج دیا۔

---

مہرالنسا کو شوہر کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ وہ اس کی بچی کو سینے سے لگائے عمر کے دن پورے کر رہی تھی۔

جہانگیر ـــــ مہرالنسا کی صورت و سیرت سے بخوبی واقف تھا کبوتروں والے واقعہ نے اس کا اشتیاق تازہ کر دیا۔ اور مہرالنسا کو شادی کا پیغام بھیج دیا۔ مہرالنسا اس اہم ذمہ داری سے گھبرائی۔ آخر اپنی والدہ اور بیگمات کے سمجھانے سے مان گئی۔ اور شیرافگن کی وفات کے چھ سال بعد جہانگیر کے حرم میں داخل ہو گئی۔

---



Marfat.com

اب مہرالنسا ـــــ ملکہ نور جہاں ـــــ کے لقب سے مشہور ہوئی. شاہی سکہ پر اس کا نام بھی کندہ ہونے لگا۔ نور جہاں نہایت لائق، دانا. اور مدبر تھی۔ اس نے سلطنت کے کاموں میں جہانگیر کی اس قدر مدد کی۔ اور اپنا ایسا دلدادہ بنایا۔ کہ اسے ایک دم اس کی جدائی گوارا نہ تھی۔

نور جہاں کی بدولت اس کے سارے خاندان کے نصیب جاگ اُٹھے. مرزا غیاث وزیر بن گئے۔ اس کا بھائی آصف خاں دربار کے اعلیٰ وزیروں میں شمار ہونے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دربار کے امرا نور جہاں کے دشمن ہو گئے۔ سب سے بڑا حاسد مہابت خاں تھا۔ جو ایک بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔

---

مہابت خاں موقعہ کی تلاش میں رہتا تھا۔ مگر نور جہاں اور آصف خاں بھی اس کی ریشہ دوانیوں اور نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے اُسے حکم بھیجا۔ کہ آکر حساب سمجھا دو۔ وہ بھی چالاک تھا۔ بھانپ گیا۔ کہ اس حساب فہمی میں بھی کوئی راز ہے۔ چنانچہ وہ پانچ ہزار راجپوت سپاہی اپنے ساتھ لے کر دربار میں حاضر ہوا۔

جہانگیر اس وقت کابل کو جا رہا تھا۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جہلم کے اس کنارے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ آصف خاں سے ایک سخت غلطی سرزد ہوئی.



Marfat.com

وہ فوج و سپاہ لے کر دریا کے پار چلا گیا۔ بادشاہ اور ملکہ کو چند خادموں کے ساتھ چھوڑا، کہ وہ بعد میں پار چلے آئیں گے۔

مہابت خاں نے موقعہ پاکر بادشاہ کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور پالکی میں بٹھا کر اپنی فرودگاہ میں لے آیا۔ اور نظر بند کر لیا۔ نورجہاں یہ دیکھ کر فوراً دریا کے پار چلی گئی۔ تاکہ مہابت خاں کا مقابلہ کر کے بادشاہ کو رہائی دلائے۔

---

بادشاہ اب حراست میں تھا۔ مہابت خاں نے اس کے خوب کان بھرے۔ بیگم کی بے وفائی اور آصف خاں کی نمک حرامی کا یقین دلا کر بیگم کے قتل کا حکم لکھوا لیا۔

جب یہ حکم نورجہاں کو ملا۔ تو اس کا رنگ فق ہو گیا۔ مگر اس نے جواب میں لکھ بھیجا۔ کہ قتل کئے جانے سے پہلے مجھے بادشاہ کے دیدار کی اجازت دی جائے۔ یہ درخواست منظور ہو گئی۔ اور جہانگیر کے سامنے پہنچ کر نورجہاں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ ایسی باتیں کیں۔ کہ بادشاہ نے بیگم کے قتل کا حکم منسوخ کر دیا۔

اس کے بعد شاہی سواری مہابت خاں سمیت کابل کو روانہ ہوئی۔ وہاں پہنچ کر بیگم نے ایسی چال چلی۔ کہ مہابت خاں کی قید سے بادشاہ کو آزاد کرا لیا۔ اور اس کے راجپوت بہادروں کا بالکل صفایا کر دیا۔



Marfat.com

ایک دن جہانگیر اور نور جہاں محل کی شہ نشین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ موسم خوشگوار تھا۔ کبوتروں کے اڑنے کا واقعہ یاد آگیا۔ خوب ہنسے۔ جہانگیر اس کے بھولے پن کی تعریف کرتا تھا۔ اور نور جہاں اس کے درگذر کی داد دیتی تھی۔

حقیقت میں وہی وقت تھا۔ جب کیوپڈ (محبت کے دیوتا) نے اپنے تیر سے جہانگیر کے دل کو زخمی کیا۔ اور جس کا مداوا نور جہاں کے حصول کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جو آخر شیر افگن کے قتل کے بعد ہوگیا۔

اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ جہانگیر کی نظر آسمان کی طرف گئی۔ سورج ابھی ابھی ڈوبا تھا۔ اس کی ہلکی ہلکی روشنی ابھی افق پر موجود تھی۔ شفق کی سرخی مغرب میں چھائی ہوئی تھی۔ بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اڑ رہے تھے ایک تارا بھی چمک رہا تھا۔ اس کے پاس ـــ بالکل پاس ـــ ایک ٹیڑھی نورانی لکیر اہل دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن رہی تھی۔ جہانگیر فرطِ مسرت سے بول اٹھا

"ہلالِ عید بر اوجِ فلک ہویدا شد"

نور جہاں بھی شاعرہ تھی۔ اور بڑی حاضر جواب۔ فوراً بولی ؎

"کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد"

ایک روز جہانگیر اور نور جہاں سیر کو گئے۔ جنگل میں جا کر معلوم ہوا۔ کہ اس نواح میں ایک بڑا شیر ہے۔ بادشاہ اور ملکہ ہاتھیوں پر سوار تھے۔ اور مصاحب کچھ گھوڑوں پر اور کچھ پیدل۔ تھوڑی دور گئے تھے۔ کہ جھاڑیوں میں



Marfat.com

سے ایک شیر دھاڑتا ہوا نکلا۔ جہانگیر کے حکم سے پہلے رستم خاں نے جو نشانہ بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ بندوق چلائی۔ مگر نشانہ خالی گیا۔ دوسری دفعہ بھی ٹھکانے پر نہ لگا۔ تیسری دفعہ بھی گولی شیر کے پاس سے نکل گئی ــــ نورجہاں نے اپنے ہاتھی پر سے آواز دی ــــ کہ "مرزا رستم! تمہاری نشانہ بازی ختم ہو گئی۔ اب میں نشانہ لگاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ہاتھی آگے بڑھایا۔ شیر ہاتھی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ ملکہ نے نہایت چابک دستی سے بندوق چلائی۔ اور ایک ہی نشانے سے اس کا کام تمام کر دیا۔

جہانگیر نے اپنے ہاتھی سے واہ واہ کا نعرہ لگایا۔ اور نورجہاں کو "ملکہ شیر افگن" کا خطاب دیا۔

---

آصف خاں اور نورجہاں ــــ بہن بھائی میں ــــ بہت رنجش ہو گئی۔ اور ایک دوسرے کو غیریت کی نظروں سے دیکھنے لگے ــــ سبب یہ تھا کہ نورجہاں چاہتی تھی۔ کہ جہانگیر کا چھوٹا بیٹا شہریار ولی عہد بنے۔ کیونکہ وہ اس کا داماد تھا (اکلوتی بیٹی کا شوہر۔ جو شیر افگن کی بطنت سے تھی) اور آصف خاں چاہتا تھا۔ کہ بڑا بیٹا خرم (شاہجہان) بادشاہ بنے۔ جس کی نسبت اس کی بیٹی ممتاز محل سے ہو چکی تھی۔ اُدھر یہ باہمی کشیدگی نورجہاں کی پریشانی کا موجب تھی



Marfat.com

اِدھر بادشاہ علیل رہنے لگا۔ اور صحت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔

جہانگیر نے ۱۶۲۷ء میں اس دنیا سے رحلت کر گیا۔ اور نورجہاں کی تمام شان و شوکت اس کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔

زمامِ حکومت شہزادہ خُرّم کے ہاتھ آئی۔ اور وہ شاہجہان کے لقب سے تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔

شاہ جہاں نے نورجہاں کے لئے بیس لاکھ روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ مگر وہ قدر و منزلت جو جہانگیر کے وقت میں تھی۔ خواب و خیال ہو گئی۔ ہر وقت مغموم اور افسردہ خاطر رہتی۔ آخر آگرہ چھوڑ کر خاوند کے مزار کے قریب لاہور چلی آئی۔ اور زندگی کے باقی دن وہیں بسر کئے۔

جہانگیر کے بعد وہ بارہ برس زندہ رہی۔ لیکن اُداس، پریشان، رنگین لباس پہننا چھوڑ دیا۔ بناؤ سنگار سے نفرت ہو گئی۔ بالکل سادہ اور ماتمی زندگی اختیار کی۔ عبادتِ الٰہی اور دعا و ثنا میں مشغول رہتی اپنے وظیفہ کا بہت سا حصہ غریبوں، محتاجوں، بیواؤں اور یتیموں میں تقسیم کر دیتی۔

جہانگیر کا غم اس کا ہمدم اور اس کی یاد حرزِ جان تھی۔ دل دنیا سے بیزار۔ ہر وقت موت کا تصوّر۔ اور جہانگیر کی صورت آنکھوں کے سامنے۔ حسرت و یاس کے صدمے کب تک سہتی۔ آخر ۱۶۳۹ء میں اس کی روح



Marfat.com

پیارے شوہر کی روح سے جا ملی۔ مگر جسدِ خاکی میں بُعد رہا۔ اس کے پسماندوں نے اسے جہانگیر کے عالیشان مقبرے میں شوہر کے پہلو میں دفن نہ کیا۔ اور تھوڑے فاصلہ پر سپردِ خاک کر کے اپنی کوتاہ اندیشی اور حاسدانہ فطرت کا ثبوت دیا۔ مگر پھر بھی عوام کے ذہن میں ان کی یکسانیت اور رشتۂ محبت کا احساس موجود ہے۔ جو لوگ جہانگیر کے مقبرہ کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔ وہ نورجہاں کی آرامگاہ پر پہنچ کر ضرور دعائے مغفرت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

---

نورجہاں ــــ نہایت قابل ــــ منتظم ــ مدبّر ــ اولوالعزم اور وفا کیش ملکہ تھی۔ اس نے جس خوبی سے جہانگیر کو ملکی معاملات میں مدد دی۔ اور جس عقلمندی سے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کو ناکام کرتی رہی۔ وہ اسی کا کام تھا۔

---



Marfat.com

# جہاں آرا

شہزادہ خرم ابھی بادشاہ نہیں بنا تھا۔ کہ ممتاز محل کے بطن سے جہاں آرا پیدا ہوئی۔ اس کی پرورش نہایت نازونعم سے ہوئی۔ اور قابل ترین استانیوں سے تعلیم وتربیت پائی۔ وہ عمر کے ہر لمحہ کے ساتھ ساتھ علم وعقل اور سیاست وتدبر میں بھی ترقی کرتی گئی۔

جب شہزادہ خُرم کو بادشاہی ملی۔ تو جہاں آرا کی عمر ۱۵ سال تھی شہزادی نے حکومت کے دستور کے مطابق نذر پیش کی۔ بادشاہ نے اس کے صلے میں ایک لاکھ اشرفی۔ چار لاکھ روپیہ۔ اور چھ لاکھ کی جاگیر سے ممتاز فرمایا۔

جب ممتاز محل فوت ہوئی۔ تو اس کی آدھی جائداد جہاں آرا کو دے دی گئی۔ محل کے تمام انتظامات اور شاہی مہر کی حفاظت بھی اسی کو



Marfat.com

تفویض کی گئی۔ کیونکہ ماں کے تمام اوصاف اس میں پائے جاتے تھے۔

بادشاہ کے ہاں یہ درجہ حاصل کرنے کے بعد اس کا ستارۂ اقبال اوج پر چمکنے لگا۔ اس کی عزت کو چار چاند لگ گئے۔ سلطنت کے تمام شعبے اس کے زیر نظر تھے۔ شہزادے اور بڑے بڑے عمائد سلطنت دربار میں حاضر ہونے سے پہلے اس کی خدمت میں حاضر ہونا موجب صد افتخار خیال کرتے تھے۔

---

جہاں آرا کو بھائی بہنوں اور خویش و اقارب سے دلی محبت تھی شادی غمی کے موقعوں پر لاکھوں روپے اپنی گرہ سے خرچ کرتی۔ اور بیماری میں دل و جان سے تیمارداری کی خدمات انجام دیتی۔ خاندانی الجھنوں کو نہایت خوبی سے سلجھاتی۔

ایک دفعہ شہزادہ اورنگ زیب دنیا سے بیزار ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر اس کا منصب ضبط کر لیا۔ جہاں آرا کو بہت صدمہ ہوا۔ اور بادشاہ سے منت و سماجت کر کے بحال کرا دیا۔

---

جہاں آرا کو باپ سے بہت محبت تھی۔ اس کی خدمت کو اپنا مقصدِ حیات اور سرمایۂ نجات سمجھتی تھی۔ ممتاز محل کے فوت ہو جانے



Marfat.com

کے بعد بادشاہ کی زندگی بے لطف اور بے رونق ہو گئی تھی۔ خاصکر اس حالت میں جبکہ اس نے دوسری شادی نہ کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ ایسے وقت میں اس نیکدل لڑکی نے محض باپ کی دل جوئی اور آرام و آسائش کی خاطر خود شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک شہزادی کا یہ کتنا ایثار اور کتنی قربانی ہے۔

---

جہاں آرا ایک دن شام کے قریب بادشاہ کے پاس سے واپس آ رہی تھی۔ کہ ایک شمع سے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ لونڈیاں جو ساتھ تھی۔ آگے بڑھیں کہ آگ بجھائیں۔ مگر وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آگئیں۔ محل میں کہرام مچ گیا۔ مگر بڑی مشکل سے آگ پر قابو پایا گیا۔ جہاں آرا کے دونوں ہاتھ اور بازو جل گئے۔ اور بڑی شدت کا بخار ہو گیا۔ شاہ جہاں یہ خبر سنتے ہی بیگم کے محل میں آیا۔ علاج معالجہ کا فوراً انتظام کیا۔ بہت سی خیرات کی۔ اور حکم دیا کہ تین دن تک پانچہزار مہریں اور پانچہزار روپے روزانہ غریبوں میں تقسیم کئے جائیں۔ شاہی حکیموں نے بڑی توجہ اور کوشش سے علاج کیا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ چار ماہ کے بعد عارف جراح نے علاج شروع کیا۔ خدا نے اس کے ہاتھ سے بیگم کو شفا دی۔ اور غسل صحت کیا۔ عارف کو سونے میں تولا گیا۔ قیمتی لباس اعلیٰ گھوڑا اور بڑا ہاتھی عنایت کیا۔

صحت کے بعد جہاں آرا اپنے والد کے ساتھ خواجہ معین الدین اجمیری



Marfat.com

کی درگاہ میں حاضر ہونے کے لئے گئی۔ راہ میں پھر زخم پھٹ گئے۔ اس کا علاج ایک فقیر ہاموں نے کیا۔ اسے بھی بہت سا انعام و اکرام اور جاگیر عطا کی۔

---

شاہجہاں ۱۰۶۵ھ میں بیمار ہوا۔ بھائیوں میں چپقلش تو تھی ہی۔ ہر ایک نے تخت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جہاں آرا داراشکوہ کی معاون تھی۔ مگر اورنگ زیب، داراشکوہ، مراد اور شجاع پر غالب آیا۔ اور اس نے بوڑھے باپ کو آگرہ کے قلعہ میں نظر بند کر کے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

جہاں آرا نے اس حالت میں بھی باپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اورنگ زیب کو جہاں آرا کے نظر بند کرنے کا مطلق خیال نہ تھا۔ مگر سعادت مند بیٹی نے باپ کے ساتھ رہنا اور اس کی خدمت کرنا ہی پسند کیا۔ اور پہلے سے بڑھ کر خدمت و اطاعت میں مصروف ہو گئی۔

شاہجہاں پے درپے صدمات سے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ آخر موت نے اسے بیٹے کی قید سے آزادی دی۔ اور ممتاز محل کے پہلو میں آرام و اطمینان کی نیند جا سویا باپ بیٹی کا غمگسار تھا۔ اور بیٹی باپ کی غمخوار تھی۔ باپ کی خدمت ہی اس کے لئے بہترین شغلہ اور سامان تھا۔ وہ بھی جاتا رہا۔

اورنگ زیب جہاں آرا کی نیک دلی، خلوص اور پاک باطنی کا دل سے معترف تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ وہ خاندان کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے لئے



Marfat.com

کس طرح کو شاں رہی۔ دارا شکوہ کی بیٹی جہاں زیب کو اپنی بیٹی کی طرح پالا۔ اور خاندانی مناقشات کو دور کرنے کے لئے اس کی شادی اورنگ زیب کے بیٹے اعظم شاہ کے ساتھ کردی۔ اور اس میں خوب دل کھول کر روپیہ صرف کیا شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اورنگ زیب خود برات لے کر محل میں گیا

---

باپ کی وفات کے بعد جہاں آرا سولہ برس تک زندہ رہی۔ ۱۶۸۲ء میں ۶۹ سال کی عمر بسر کرکے دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اسے دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیا کے قریب دفن کیا۔ یہ قبر اس نے اپنی زندگی میں تعمیر کرائی ہوئی تھی۔

جہاں آرا بیگم عالم وفاضل، عابد وزاہد، نیک سیرت، پیکر ایثار اور مجسمۂ خدمت تھی۔ خاندان کی خیر خواہ، صلح پسند، امن کوش اور عقل ودانش میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی۔

اس کی زندگی کا ایک ایک واقعہ دختران ملت کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ باوجود ایک جلیل القدر شہزادی ہونے کے اس نے کس خلوص سے اپنی زندگی، نیکی، پرہیزگاری اور وفاشعاری میں گذاری۔

---



Marfat.com

# لطفُ النّسا بیگم

نواب سراج الدولہ ــــ حاکم بنگال کی والدہ کے پاس ایک ہندو لڑکی لونڈی کے طور پر ملازم تھی۔ نام راج کور تھا۔ کچھ مدت گذرنے کے بعد سراج الدولہ کی شادی اس کے ساتھ ہوگئی ــــ نام اس کا لطف النسار کھا گیا۔

عقلمند اور خوش سلیقہ دُلہن نے حسن وسلوک اور اطاعت شعاری سے سراج الدولہ کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا۔ کہ اس کی پہلی بیوی عمدۃ النسا پر سبقت لے گئی۔

سراج الدولہ کا باپ کسی افغان کے ہاتھ قتل ہوگیا۔ اس کے دادا علی وردی خاں نے ایک ہندو راجہ جانکی رام کو بہار کا حاکم بنادیا۔ سراج الدولہ کو اس کے بدخواہ دوستوں نے بھکایا۔ اور اس نے بہار پر چڑھائی کردی۔ لطف النسا نے ہرچند منع کیا۔ مگر وہ نہ مانا۔ ناچار درخواست کرکے اس

مہم میں شوہر کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ اور دادا پوتے میں صلح کی بہت کوشش کی۔

نواب علی وردی خاں کا انتقال ہو گیا۔ اور بہار کی حکومت سراج الدولہ کے ہاتھ آئی۔ چونکہ عمدۃ النسا کا کچھ اختیار باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے اس کا باپ ایرج خاں اور میر جعفر لطف النسا کے دشمن بن گئے۔ انہوں نے انگریزوں سے بھی مدد لی۔ جس کا نتیجہ جنگ پلاسی ہوا۔

---

سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔ میدان سے بھاگ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ مصیبت کے دن تنہا کاٹے۔ لیکن لطف النسا نے کہا۔ کہ "میں آپ کی جدائی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی" سراج الدولہ نے بہت سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانی اور اسے ساتھ لے کر پٹنہ روانہ ہو گیا۔

اس سفر میں انہیں بہت تکلیفیں ہوئیں۔ راستہ میں جاسوسوں نے پہچان لیا۔ میر جعفر کے داماد میر قاسم کو اطلاع دی۔ اس نے گرفتار کر کے میر جعفر کے سامنے پیش کیا۔ میر جعفر نے نہایت بے دردی سے قتل کرا دیا۔

اب لطف النسا مصائب کے نرغہ میں تھی۔ پہلے اسے ڈھاکہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد مرشد آباد جانے کی اجازت مل گئی۔

---

لطف النسا بیوہ ہو گئی۔ کوئی والی وارث نہ تھا۔ کئی امیروں نے اس سے



Marfat.com

شادی کی درخواست کی۔ مگر اس مستقل مزاج اور صابرہ شاکر عورت نے سب کو یہ جواب دے کر خاموش کر دیا۔

"ہاتھی پر سوار ہونے والا شخص گدھے کی سواری نہیں کر سکتا"

لطف النسا۔ خوشباغ مرشد آباد میں قیام پذیر ہوئی۔ جہاں اس کا شوہر سراج الدولہ اور اس کا دادا علی وردی خاں اپنے مزارعوں میں محو خواب تھے۔

لطف النسا کو لنگر خانے اور قبروں کی حفاظت کے لیے پانچ سو روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ جو کافی نہ تھا۔ تاہم نہایت کفایت شعاری سے گذارہ کرتی تھی۔ اس نے اپنے شوہر کے مزار پر چند قاری مقرر کر رکھے تھے۔ جو تلاوت قرآن مجید کیا کرتے تھے۔

لطف النسا نے چونتیس سال تک اپنی زندگی میں یہ سلسلہ برابر جاری رکھا وہ آپ بھی مرحوم شوہر کی قبر پر جا کر فاتحہ خوانی کرتی۔ اور الفت و محبت کے پھول چڑھاتی تھی۔

---

لطف النسا کی محبت و اطاعت، غیرت و وفا قابلِ صد تحسین ہے۔ جس نے مصیبت میں بھی اپنے شوہر کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس کی زندگی ایک مثال ہے شوہر پرست مستورات کے لئے۔

---

# آبادی بیگم

محترمہ آبادی بیگم ایک حوصلہ مند خاتون تھیں۔ مولانا محمد علی اور شوکت علی کی والدہ ماجدہ۔۔۔ ان کا مقتدر شوہر جلدی ہی اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ بچوں کی پرورش۔ خاندان کے مصارف اور دیگر ضروریات کا بوجھ ان کے کمزور کندھوں پر آپڑا۔ وہ اس ابتلا میں پست ہمت نہ ہوئیں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ۔۔۔ مستعدی کے ساتھ انتظام خانہ داری اور ہونہار بیٹوں کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور انہیں اعلیٰ تعلیم دلا کر رہنمائی کے بلند مقام پر پہنچا دیا۔

محمد علی سول سروس کے امتحان میں ناکامیاب ہو کر واپس آ گئے۔ ہندوستان آ کر کچھ عرصہ ایک ریاست کی ملازمت کی۔ شوکت علی ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ مگر دونوں بھائی ماہر سیاست، آزاد خیال۔ اور

Marfat.com

آزادی ہند کے دلدادہ تھے۔ اس لئے ملازمت چھوڑ کر سیاسیات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ پہلی جنگ عظیم میں دونوں کو رامپور میں نظر بند کیا گیا۔ تو والدہ محترمہ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

جب ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور امرت سر کے قومی جلسوں میں شمولیت کے لئے امرت سر آئے۔ تو والدہ محترمہ ان کے ساتھ تھیں۔

خلافت کانفرنس کی انہی دنوں میں داغ بیل ڈالی گئی۔ تو یہ بالغ نظر خاتون اپنے قابل ترین فرزندوں کی مشیر تھیں۔ اور انہیں ملکی و قومی خدمت کے لئے گرانقدر مشورے دیتی تھیں۔

کراچی خلافت کیس میں جب علی برادران کو سزا ہوئی۔ تو مہاتما گاندھی نے افسوس و ہمدردی کا ایک خط لکھا۔ جس کا جواب محترمہ نے وہی دیا۔ جو ایک عالی حوصلہ اور دلیر عورت کے شایان شان تھا۔ جس کے ایک ایک لفظ سے استقلال، ایثار اور حب وطن کے جذبات نمایاں ہوتے ہیں۔

مولانا محمد علی شوکت علی نے اپنی زندگی قومی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ اگر کوئی اور عورت ہوتی۔ تو یہ کبھی گوارا نہ کرتی۔ کہ ان کے فرزند اپنی علمی قابلیت کی بدولت نہایت آسودہ اور خوشحال زندگی بسر کر سکتے تھے۔ قلندرانہ زندگی اختیار کریں۔ اور خداوندان حکومت کی سختیاں سہنے کے باوجود



Marfat.com

شہر بشہر اور قریہ بہ قریہ یہ صدا بلند کرتے پھریں۔ کہ ؎

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

---

گول میز کانفرنس (۱۹۳۱ء) کے موقعہ پر جب مولانا محمد علی نے اپنی آزاد خیالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدبرین انگلستان کو حیران کر دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے جان خدائے آفرین کے سپرد کی۔ کہ

"میں ملک کے آزاد ہونے کی منظوری لے کر جاؤں گا۔
یا یہیں مر جاؤں گا"

تو اس دور افتادہ ماں کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ ایسے قابل ترین فرزند کا، وطن سے ہزاروں میل دور، غربت کی حالت میں رحلت کر جانا ایک روح فرسا صدمہ تھا۔ مگر اس بہادر ماں نے نہایت صبر و سکون اور ہمت و استقلال سے برداشت کیا۔ اُف تک نہ کی۔ اور کہا ؎

"کافی ہے میرے پاس نشانی کے واسطے
داغِ مفارقت یہ تمہارا دیا ہوا"

تعزیت کے بے شمار پیغام آئے۔ جن میں افسوس و ہمدردی کا اظہار تھا۔ یہ رسمی باتیں تھیں۔ جن پر محترمہ نے شکریہ ادا کیا۔ مگر وہ تو خود صبر و



Marfat.com

شکر اور ہمت و استقلال کا مجسمہ تھیں۔ مشیت ایزدی کے آگے سر جھکایا ہوا تھا۔ اس نے اپنے شیر دل بیٹے کی جدائی پر صفِ ماتم نہ بچھائی۔ اور یادِ خدا میں زندگی کے باقی دن گزارے۔

---

بہرحال آبادی بیگم کی محبت مادری اور صبر و استقلال۔ وہ اوصاف ہیں۔ جو ہند و پاکستان کی عورتوں میں بہت کم ملتے ہیں۔ مستوراتِ پاکستان کو موصوفہ کی زندگی اپنے لئے مشعل راہ بنانی چاہیئے۔

---

# سیّدہ اختر

سن ۱۹۴۰ء سے چند سال قبل خاکسار تحریک نہایت زوروں پر تھی۔ پنجاب، سرحد، یوپی وغیرہ علاقوں میں علامہ مشرقی کا طوطی بولتا تھا۔ اکثر شہروں کے گلی کوچوں اور بازاروں میں "چپ راست۔ چپ راست" کی آوازیں گونجتی تھیں۔ خاکسار جیش خاکی وردیاں پہنے۔ کاندھوں پر بیلچے اٹھائے۔ جدھر سے گذرتے۔ لوگوں میں شجاعت و مردانگی کے جذبات پیدا ہونے لگتے۔ اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی۔ کہ وہ بھی اس فوجی تنظیم میں شامل ہو کر قوم کی خدمت کرے۔

امرتسر میں خاکساروں کا ایک عظیم الشان اجلاس ہوا۔ جو سیدہ اختر کی آمد کے سلسلے میں تھا۔ انجمن پارک میں ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہو گیا لوگ جلسہ گاہ میں جوق در جوق آ رہے تھے۔ ابتدائی کوائف کے بعد ایک



Marfat.com

مضبوط جسم اُدھیڑ عمر کی مقتدر خاتون کا تعارف کرایا گیا۔ وہ بے نقاب اسٹیج پر آئیں۔ خاکسار تحریک۔ اس کے مقاصد و ضرورت پر ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔ وہ یوپی (صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ) کی رہنے والی۔ اہل زبان۔ کچھ اس انداز سے بول رہی تھیں۔ کہ سامعین کے دل مسحور ہو رہے تھے۔ خالص اردو زبان، دلچسپ لب و لہجہ، خیالات کی ندرت، موقعہ بموقعہ اور برمحل اشعار کی چاشنی سے محترمہ کی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کا اظہار ہوتا تھا۔ اشعار مانگے تانگے نہیں تھے۔ اُن کے اپنے تھے۔ طبعزاد۔ خود شاعر تھیں۔ گویا نظم و نثر پر برابر کی قدرت تھی۔ سلسلۂ خیالات کہیں نہیں ٹوٹتا۔ زبان سے ایک چشمۂ تکلم بہ رہا تھا جس سے حاضرین کے دل سیراب ہو رہے تھے۔

مجمع سے ایک آواز آئی۔

"مگر بے پردگی!"

فوراً جواب دیا۔ "پردہ مردوں سے ہوتا ہے"

پھر کسی نے کہا۔ "یہاں کوئی مرد نہیں؟"

فرمایا۔ "ہوں گے ــــ مگر اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے پردہ کیسا؟ پردے میں نہ زورِ خطابت رہتا ہے۔ نہ جوشِ بیان۔ تم سب میرے بھائی اور بیٹے ہو۔ کہو نہیں نا؟"



Marfat.com

اس پر تمام جلسہ میں تالیاں کا شور برپا ہو گیا۔ اور کافی دیر تک رہا۔ جلسہ کافی دیر تک ہوا۔ عوام اپنے دلوں میں محترمہ کی طلاقتِ لسان کے اثرات لے کر گئے۔

---

جب مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ سے ایک دو روز قبل سکندری حکومت سے خاکساروں کا تصادم ہو گیا۔ لاہور میں گولی چل گئی۔ اور علامہ مشرقی کو دہلی میں گرفتار کیا گیا۔ تو خاکسار تحریک سرد پڑ گئی۔

محترمہ سیدہ اختر پھر پنجاب میں تو نہ آ سکیں۔ اپنے قرب و جوار میں قومی خدمات انجام دیتی رہیں۔ مگر تقسیم ہند کے بعد ہندو کی مسلم آزار پالیسی بروئے کار آئی۔ تو سیدہ اختر جو ایک مخلص مسلمان آتش بیان مقرر اور قوم کی ہمدرد تھیں۔ مہاسبھائی غضب سے کس طرح محفوظ رہتیں۔ ان کی اور ان کے متعلقین شوہر کی کڑی نگرانی ہونے لگی۔ حکومت ہند نے ان کی جائداد ضبط کر لی۔ جس کا اظہار محترمہ نے اپنے ایک اخباری مضمون میں کیا۔

---

افسوس! سنہ ۱۹۴۰ء کے ہنگامہ کے بعد خاکسار تحریک پھر نہ ابھری



Marfat.com

علامہ مشرقی نے پاکستان کے قیام کے بعد پھر کوشش کی۔ مگر حکومت نے انہیں سیفٹی ایکٹ کے ماتحت نظر بند کر دیا۔

علامہ مشرقی اگر فوجی تنظیم کر کے مسلم لیگ یا مسلم لیگی حکومت کے معاون بن جاتے۔ تو ملک و قوم کی بہترین خدمت انجام دیتے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ بھارت کے "متلون مزاج" نیتا منتری بات بات پر دھمکیاں دیتے اور حکومت پاکستان کے ساتھ ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔

لیکن علامہ مشرقی قائد اعظم کا مقام حاصل کرنا۔ اور قوم کے واحد لیڈر بننا چاہتے تھے۔ جو نا ممکن تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خاکسار تحریک دم توڑ کر رہ گئی۔ اور ہمیں علامہ مشرقی جیسے آتش بیان اور سیدہ اختر جیسی فصیح اللسان خاتون کے خیالات سے محروم ہونا پڑا۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

# مس فاطمہ جناح

قائداعظم محمد علی جناح کی بہن ـــــ مس فاطمہ جناح ـ جنہوں نے ساری عمر بھائی کی خدمت میں صرف کردی۔ ان کی بیوی کی وفات کے بعد ہمیشہ ان کی رفیق رہیں۔

قائداعظم جہاں جاتے۔ وہ ساتھ ہوتیں۔ ایک طرف قائداعظم مردوں میں روح حیات پھونکتے۔ دوسری طرف مس فاطمہ عورتوں کو خواب غفلت سے جگاتیں۔

ان کی تقریروں میں قائداعظم کے تدبر، روانی اور انداز بیان کی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ وہ پاکستانی عورتوں کو مذہبی و قومی قیود میں رہ کر ترقی کے گر سکھاتیں۔ انہوں نے صنف لطیف کو یہ جرأت نہیں دلائی کہ وہ گھروں کی چار دیواری سے باہر نکل آئیں۔ پردہ کی دھجیاں اڑا کر



Marfat.com

مردوں کے شانہ بشانہ اپنی نسوانیت کو رسوا کریں۔ بہت دفعہ انگلستان گئیں۔ کبھی بیان نہیں کیا۔ کہ پاکستانی مستورات کی اکثریت بے حجاب ہو کر بادۂ مغرب کے جام نوش کر رہی ہیں۔ انہوں نے ہر موقعہ پر عورتوں کو انتظام خانہ داری، بچوں کی پرورش، حصولِ تعلیم، شعائرِ اسلام کی پابندی۔ اور قومی خدمت کی تلقین کی۔ کیونکہ پاکستان کے حالات اور اسلامی معاشیات یہ اجازت نہیں دیتے۔ کہ ___ مشرقی عورت ___ مغربی عورت کی طرح نہ اولاد کی پرورش کرے۔ نہ شوہر کی خدمت ملحوظِ خاطر رکھے۔ اور نہ مذہبی احکام کی پابند رہے۔ اس تہذیب و آزادی اور طریق معاشرت سے تو مغرب کے سیاست دان اور مدبر بھی تنگ آئے ہوئے ہیں۔ جس کی طرف ہماری بعض باند پایہ آزاد منش خواتین رہنمائی فرما رہی ہیں۔

مِس فاطمہ ترقی کی حامی ہیں۔ مگر خود سری کی نہیں۔ وہ عورتوں کو میدانِ جدوجہد میں آنے کی دعوت دیتی ہیں۔ لیکن بے راہروی کا سبق نہیں پڑھاتیں۔

ان کے نام پر کئی زنانہ طبی و تعلیمی سکول و کالج قائم ہوئے ہیں۔ جو نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں۔

---

قائداعظم کی وفات سے انہیں سخت صدمہ ہوا۔ یہی ان کا ایک



Marfat.com

سہارا تھے۔ مگر مشیت ایزدی کو کسی کا دوام منظور نہیں۔ پاکستان۔ ہندوستان۔ اور دوسرے مشرقی و مغربی ممالک سے جلیل القدر بادشاہوں وزرا۔ امرا۔ مشاہیر اسلام کے بے شمار پیامات ہمدردی موصول ہوتے ہیں فاطمہ جناح نے اس روح فرسا حادثہ کو نہایت صبر و سکون سے برداشت کیا۔ ان کے مقاصد کی اشاعت میں سرگرم رہیں۔ تمام پاکستان کا دورہ کیا اور محترم بھائی کے فرمودہ اصول

یقین ——— اطاعت ——— تنظیم

کی تلقین کی۔ لوگوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ وہ راستہ جو پس افتادہ اقوام کو منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔

انہوں نے ہر مناسب موقعہ پر بیانات شائع کئے۔ میں اتحاد۔ ضبط اور عزم کا پیغام دیا۔

مس فاطمہ جناح نے اپنے بھائی کی تعلیم۔ اصول اور مقصد کی اشاعت کی سر توڑ کوشش کی۔ اور ان تباہ کن طاقتوں سے جو ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔ دور رہنے کی ہدایت فرمائی۔

---

یہ امر نہایت افسوسناک ہے۔ کہ قائد اعظم کی وفات کے بعد انہیں بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ معمولی تقریبات کے پروگرام میں بھی مس فاطمہ جناح کے



Marfat.com

نام سے خالی نظر آنے لگے۔

جب شاہِ ایران ۱۹۵۰ء میں پاکستان آئے۔ تو مس فاطمہ جناح گوشۂ عزلت میں تھیں۔ اور کسی موقعہ پر موصوفہ کو نہ دیکھا گیا۔

مگر بالغ نظر شاہ نے اس حیرت انگیزی کو محسوس کیا۔ اور وہ خود اُن کی ملاقات کے لئے انکی کوٹھی پر گئے۔ ان سے دیر تک بات چیت کی۔ قائدِ اعظم کی ایک بہترین بڑی تصویر (جو ایران کے بڑے فن کار نے نہایت محنت سے تیار کی تھی) پیش کی۔ ایک قیمتی قالین نذر کیا۔ اور ایران آنے کی دعوت دی۔

شاہِ ایران کے اس مدبرانہ اقدام نے رازِ درونِ پردہ کو طشت از بام کر دیا۔ تمام پاکستان میں مس فاطمہ جناح کی کس مپرسی کی وجہ معلوم ہو گئیں اور ان کی قدر عوام کے دلوں میں پہلے سے زیادہ ہو گئی۔

---

مس فاطمہ جناح نہایت قابل، فصیح اللسان، مدبر اور عالی دماغ خاتون ہیں۔ جنہوں نے قائدِ اعظم کے بعد ان کا کام جاری رکھا۔

---

# مس نور

مس نور ــــــ ایک پاکستانی خاتون ــــــ بڑی دلیر اور نہایت قابل تھی۔ وہ دوسری جنگ عالمگیر میں ایک فضائی فوج میں بھرتی ہوئی اور جلدی ہی اسسٹنٹ سیکشن آفیسر کے عہدے پر پہنچ گئی۔

اس نے اکثر سخت خطرناک موقعوں پر نہایت دشوار اور جان جوکھوں کے کام انجام دیئے۔

وہ پہلی عورت تھی۔ جو دشمن کے مقبوضہ فرانس میں داخل ہوگئی اور بڑی قابلیت سے اپنی خداداد شجاعت کے جوہر دکھائے۔

گسٹاپو (جرمن خفیہ پولیس) نے اسے گرفتار کرلیا۔ اس سے برطانی ہوائی فوج اور دوسرے ہمراہیوں کے راز معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ناکام رہے۔ مس نور پر بہت تشدد کیا۔ اور بہت سے حوصلہ شکن حربے



Marfat.com

استعمال کئے۔ لیکن اس جانباز خاتون نے کچھ نہ بتایا۔ آخر اسے ۱۹۴۴ء میں بمقام ڈاچیولے جایا گیا۔ اور وہاں گولی مار دی گئی۔

اسے معلوم تھا۔ کہ رازداری میں جان سلامت نہیں رہے گی۔ مگر اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ اور اپنی حکومت اور فوج کے راز سینے میں لے کر موت کا نشانہ ہو گئی۔

---

برطانیہ نے اس کی بہادری کی داد دی۔ اور سب سے بڑے جنگی اعزاز "جارج کراس" سے اس کی قدر افزائی کی۔

مس نور کا بھائی ولایت خاں جو پاکستان ہوس لنڈن کا ایک افسر تھا اپریل ۱۹۴۹ء میں اپنی مرحوم بہن کا یہ اعزاز (تمغہ) لینے کے لئے بکنگھم پیلیس میں گیا۔ یہ خاتون گزشتہ جنگ عالمگیر کی ہیروئن تسلیم کی گئی۔

وہ رفاہِ عام کے خیالات و جذبات میں جوان ہوئی۔ بچوں کے لئے پروگرام نشر کرتی۔ اور پریوں کی دلچسپ کہانیاں لکھتی۔

مگر وہ ماتاہری کی طرح دلفریب نہ تھی۔ اور نہ محض خیال آرائیاں کرنے والی۔ اس نے اکثر خطرناک اوقات میں تن تنہا ہیبت انگیز اور مشکل ترین کام سرانجام دیئے۔

سرکاری علامیہ میں لکھا تھا۔ کہ



Marfat.com

"مس نور اسسٹنٹ سیکشن آفیسر نے بارہ ماہ کے عرصہ میں
نمایاں اخلاقی اور جسمانی ہمت کا مظاہرہ کیا۔"

مس نور کے والد پیر عنایت شاہ تحریک صوفی کے لیڈر۔ مغربی علوم کے ماہر اور پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔ اس کی والدہ اور دوسرے رشتہ دار بھی یورپ میں اقامت گزین تھے۔

---



Marfat.com

# مس خدیجہ بیگم

مس خدیجہ فیروزالدین ایم اے، ایل ایل ڈی، پاکستان کی نامور اور قابل ترین خاتون ہیں۔ جنہوں نے باقاعدہ انگریزی تعلیم حاصل کی۔ اور اپنی شبانہ روز کی محنت اور ذہانت سے اعزاز کے ساتھ ایم اے پاس کیا۔ جو سب سے بڑا تعلیمی معیار ہے۔

مس خدیجہ بیگم کو آزاد خیال، وارفتہ مزاج اور فیشن کی دلدادہ طالبات کے ساتھ برسوں ہم جلیس رہنے کا شرف رہا۔ سکول اور کالج کی چار دیواری میں نسیم مغرب نے چمنستان پاکستان کی نوخیز کلیوں کو گُدگُدا کر شوخ و شنگ بنایا۔ تیز و تند آندھیوں نے عصمت و حیا کے پھولوں کے گریبان چاک کر دیئے۔ عریانی و بے حجابی کا لباس زیب تن کیا۔ برقع تو کیا۔ چادریں بھی اُڑ گئیں۔ ململ کے دوپٹے سر سے سرک کر گلے میں آپڑے۔ یا



Marfat.com

ہوا کے زبردست جھونکوں کی لپیٹ میں آ کر غائب ہو گئے۔

مگر ـــ خدیجہ بیگم ـــ پر ان طوفانوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جیسے وہ گھر کی چاردیواری میں تھی۔ ویسے سکول اور کالج کے کمروں میں۔ اسلامی شعار کو اپنا رفیق حال بنایا۔ مذہبی تعلیم کو فنی تعلیم پر مقدم جانا۔ جہاں گئیں برقع میں۔ پردہ کا خاص خیال رکھا۔ موجودہ ترقی پسند عورتوں کی طرح مردوں کے جلسوں میں نہ گئیں۔ نہ تقریریں کیں۔ ان کی عملی جدوجہد طبقہ نسواں تک محدود مرکوز رہی۔ وہ ایک حقیقی اسلامی عورت کی نایاب مثال ہیں۔ اُن کے خیالات نہ اعمال پاکیزہ و شائستہ ہیں۔

---

ایم اے نہایت شان سے پاس کیا۔ مدارس میں استانی رہیں۔ زنانہ مدارس کی ہیڈ مسٹرس ہوئیں۔ انسپکٹرس اور پرنسپل بھی بنیں۔ جس جگہ متعین ہوئیں۔ جہاں گئیں۔ طبقہ نسواں میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اسلامی عقائد۔ اسلامی اصول اور اسلامی ارکان کی پیروی کی تلقین کی۔

مستورات کے بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ تقریریں کیں۔ مگر ان کا لفظ لفظ اسلامیت کے رنگ میں ڈوبا ہوا۔ اور ہر فقرہ ملی جذبات سے معمور رہتا۔

سلسلہ ملازمت میں نہایت دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

تحقیق و تجسس اور عزم و استقلال ان کے فطری جوہر ہیں۔ اپنی زندگی محض تعلیم و تعلم اور درس و تدریس تک محدود نہیں رکھی۔ بلکہ پشتو کے مشہور ادیب خوشحال خاں کے حالات و تصنیفات پر نہایت محنت سے ایک کتاب لکھی۔ جس پر انہیں ایل، ایل، ڈی (ڈاکٹر آف لٹریچر) کا اعزاز حاصل ہوا۔

وہ گویا اب ڈاکٹر مس خدیجہ فیروز الدین ایم اے، ایل ایل ڈی ہیں۔ وہ پاکستان کی واحد خاتون ہیں۔ جنہیں یہ اعزاز ملا۔ جو طبقہ نسواں کے لئے موجب فخر و مباہات ہے۔

---

مس خدیجہ بیگم نے اپنی عمر اشاعت تعلیم۔ اصلاح نسواں اور عمرانی خدمات میں بسر کی۔ بعض بلند پایہ اُدباء اور اولوالعزم مشاہیر کی طرح اپنے علمی مشاغل میں اس قدر مصروف و منہمک رہیں۔ کہ ازدواجی مخصوص علمی مشاغل کو ترجیح دی۔ ان کا محبوب مشغلہ تعلیم و تدریس۔ اصلاح مناشرت اور علمی تحقیقات ہے۔

وہ نوجوان لڑکیاں۔ آزادی پسند طالبات اور مغرب زدہ خواتین ۔ جو شعائر اسلام، شرعی فضائل اور قومی ضروریات سے بے نیاز ہیں۔ مس خدیجہ بیگم کی طرف دیکھیں۔ کہ موجودہ حالات میں جبکہ ہر نوجوان لڑکی اور ہر مسلم خاتون مغربی تہذیب کے تباہ کن اثرات سے متاثر ہے۔ انہوں نے کس بہادری اور قابلیت سے اپنے آپ کو محفوظ و مصئون رکھا۔

---



Marfat.com

# مریم خاتون

بہت سے خوشبودار پھول جو جنگل میں کھلتے ہیں۔ وہیں مرجھا کر معدوم ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی اُن کے رنگ و بو سے مستفید نہیں ہوتا۔

بے شمار گوہر آبدار سمندر کی تہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہیں دفن ہو جاتے ہیں۔ اور بازارِ ہستی میں اپنی آب و تاب دکھا نہیں سکتے۔

اسی طرح اکثر جوہر قابل گوشۂ گمنامی میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں ہونہار، ذہین اور ترقی پذیر لڑکیاں ——— خاندانی مشکلات، سماجی قیود اور قدیم روایات کے باعث پنپنے نہیں پاتیں۔ اور جاہلانہ فضا میں اپنی زندگی ختم کر دیتی ہیں۔

انہی لڑکیوں میں سے ایک ——— مریم خاتون ——— تھیں۔ نہایت عالی خیال۔ روشن دماغ اور ہوش مند۔ وہ بمشکل تمام ابتدائی تعلیم حاصل

کر سکی۔ بیسویں صدی کا آغاز تھا۔ حکومت اور پھر غیر ملکی حکومت۔ تعلیم کا اس قدر چرچا نہیں تھا۔ خصوصاً زنانہ مدارس بہت کم تھے۔ اس پر بڑے بوڑھے لڑکیوں کی تعلیم کو سرے سے بُرا سمجھتے تھے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد اس کے نانا سخت مزاحم ہوئے۔ اور ناچار اس کا سکول جانا بند کر دیا گیا۔ گھر میں ہی اردو فارسی کی تعلیم اور خوشنویسی کی مشق شروع کر دی۔

چند ہی سال میں اردو میں خاصی مہارت ہو گئی۔ اور فارسی کی چند کتابیں بھی جس میں کریما اور گلستان بوستان وغیرہ شامل تھیں۔ پڑھ لیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور اخلاقی مضامین نہایت خوبی سے لکھ لیتی خوشنویسی میں کافی استعداد حاصل کر لی۔ چنانچہ وہ باقاعدہ کتابت کرنی لگی۔

جب ڈاکٹر اقبال کی کتاب "ارمغان حجاز" چھپی۔ میں ایک دوست سے پڑھنے کے لئے لایا۔ اور مریم سے ذکر کیا۔ کہ یہ کتاب بھی خریدنی ہے۔ اس نے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ خریدیں گے۔ مجھے کافی فرصت ہے میں لکھ دوں گی" چنانچہ اس نے دو تین ہفتہ میں کتاب لکھ کر مجھے دیدی۔ میرے پاس پیامِ مشرق، رموز و اسرار، زبورِ عجم، بانگِ درا، تو موجود تھیں۔ مگر ضربِ کلیم، بالِ جبریل اور جاوید نامہ کی کمی تھی۔ وہ بھی تین چار ماہ میں لکھ دیں۔ جو میرے پاس بطور یادگار موجود ہیں۔

اس کی شادی خاندان کے ایک عزیز کے ساتھ کر دی گئی۔ جو میرے



Marfat.com

پاس ہی رہتا تھا۔ اور دس گیارہ سال کے بعد تین لڑکیاں چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

گھر کا تمام انتظام مریم کے سپرد تھا۔ وہ نہایت سلیقہ شعار، نیک سیرت جفاکش اور اولوالعزم تھی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، کلام مجید کی تلاوت اور مذہبی و اخلاقی کتب کا مطالعہ اس کا بہترین مشغلہ تھا۔ اپنی چھوٹی بہنوں اور لڑکیوں کو پڑھاتی۔ گھر ایک مختصر سا سکول بن گیا۔ ہمسائے کی لڑکیاں بھی آ کر مستفید ہوئیں

---

اس کی دو بہنیں دو تین سال کے وقفہ سے بیاہی گئیں۔ اس نے اپنا تمام اثاثہ اور زیور انہی کی نذر کر دیا۔ لیکن دونوں بہنوئی نہایت بد فطرت کم ظرف اور نالائق ثابت ہوئے۔ جن سے ناچار علیحدگی اختیار کرنی پڑی وہ اپنے ضعیف العمر باپ کے غم میں گھلی جاتی تھی۔ جس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اور سارے خاندان کا بار کفالت اس کے کمزور کندھوں پر آ پڑا۔ لیکن ان صدمات و مشکلات میں وہ برابر کی شریک رہی۔ مگر اس کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی۔

---

اس کا کوئی بھائی نہ تھا۔ اور نہ ماں کا کوئی بیٹا۔ نہ لڑکیوں کا ماموں ——— اتفاق سے محلہ کا ایک نوجوان لڑکا۔ اس کے باپ کے پاس آیا۔ اور



Marfat.com

سلام کر کے عرض کی۔ کہ "میں منشی فاضل کا امتحان دینا چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد کریں۔" اس نے کہا۔ "اچھا۔ آجایا کرو۔" وہ آنے لگ گیا۔ اور مریم خاتون کے شوہر کی وفات کے بعد کہنے لگا۔ کہ "آپ کو ضرورت ہے۔ مجھے اپنا بیٹا بنا لیجئے۔" وہ بہت متاثر تھا۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔ اس کے فوراً ہی بعد اس کے والد صاحب آ گئے۔ انہوں نے بھی اس کی نہایت خلوص سے تائید کی۔

مریم بہت خوش تھی۔ کہ اسے ایک قابل بھائی مل گیا۔ چھوٹی لڑکیاں جامعوں میں پھولی نہ سماتی تھیں۔ کہ انہیں خدا نے ماموں دے دیا۔ مریم کے والد کو بے اندازہ مسرت تھی۔ کہ ایسا ہونہار بیٹا ہاتھ آ گیا۔ غرضکہ سارے خاندان کے لئے اس کی ہستی نعمت غیر مترقبہ تھی۔ وہ شاعر بھی تھا۔ میرے تمام احباب ہر ایک تقریب پر اسے بھی میرے ساتھ مدعو کرتے۔

وہ چھ سال میرے ہاں رہا۔ منشی فاضل ہوا۔ میٹرک پاس کیا۔ اور نتیجہ نکلتے ہی مسٹر کے ایل رلیارام مرحوم (ہیڈ ماسٹر رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور) نے اس کو ماسٹر کی جگہ دے دی۔ وہ امرتسر سے لاہور آ گیا۔ اور یہ ملازمت اس کے لئے ہم سے علیحدگی کا موجب ہوئی۔

---

مریم خاتون کو اس سے بہت محبت تھی۔ وہ بھی اس سے پیار کرتا تھا چھوٹی لڑکیاں ہر وقت اس کو یاد کرتیں۔ اور



Marfat.com

"چندا ماموں آجا          آجا ! جی بہلا جا"

گا گا کر دل کو تسلی دیتیں۔ مگر چندا ماموں نہ آیا۔

باپ کی ضعیفی، بہنوں کی مصیبت، بیٹیوں کا فکر، ثاقب کی بیوفائی اور دیگر پریشان کن حالات نے اُسے قلبی و دماغی عوارض میں مبتلا کر دیا ——— وہ تین ماہ سخت تکلیف اُٹھا کر ۴۰ سال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت کر گئی۔

---

چار سال کے بعد ——— ثاقب کا خط موصول ہوا ———

محترم پدرِ فراموشیدہ !

تسلیمات۔ چند دن ہوئے۔ کہ مجھے مسٹر سعید نے آپا مریم کی وفات کی خبر سنائی۔ یہ خبر برقِ سوزاں کی طرح میری روح پر گری۔ تمام ماضی سمٹ کر میرے تخیل میں اُبھر آیا ـ میرے ضمیر کے تمام انسانیت سوز جرم جنہیں مرورِ ایام نے مدھم کر دیا تھا۔ پھر سے نمایاں ہو گئے۔

مجھے آپا کی وفات کا خیال غیر یقینی سا معلوم دیتا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں۔ کہ کیا وہ واقعی فوت ہو گئی ہیں۔ صدمہ ناقابلِ بیان ہے۔ میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ جب ان کی وفات کا خیال آتا ہے۔ میرے ذہن میں ایک تیز آواز گونج اُٹھتی ہے۔

"تم غلط ہو۔ تمہاری بڑی آپا زندہ ہے۔ ابھی اس کے کاردان



Marfat.com

حیات کے کوچ کا وقت نہیں آیا" موت نے انہیں بے وقت آپ کے ہاتھوں سے چھین لیا ہے۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے۔ وہ گھر کی رونق اور سنجیدگی تھیں۔

ثاقب رزمی نئی دہلی

چند روز کے بعد ــــ ثاقب امرت سر آیا۔ والدہ مریم کے پاس بیٹھ کر بہت دیر تک روتا رہا۔ ایک دن میرے ساتھ اس کی قبر پر گیا۔ محبت کے پھول اس کی قبر پر چڑھائے۔ فاتحہ کے وقت عجیب محویت کا عالم تھا۔ اور دل کے کانوں میں ایک دل سوز آواز آرہی تھی۔

کشتۂ کہ دارد الفت تگذار دت ہمیں سال
بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

(فرخ)



Marfat.com

# مثالی عورت

یہ کہانی، ایک حسین مرقع ہے۔ عورت کی شرافت، نظم و ضبط، خانہ داری، فرض شناسی اور نیک ہمسائیگی کا۔ اِسے پڑھیے اور غور کیجیے۔ کہ ایک قابل عورت کس طرح حسنِ اخلاق اور نورِ بصیرت سے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بناتی۔ اور ہمسایہ کی تسخیرِ قلب میں معجزانہ استعداد رکھتی ہے۔

ہم دو نفر تھے۔ میں اور میری بیوی۔ اور ہم کو عارضی طور پر کرائے کے مکان کی ضرورت تھی۔ نمبر ۴۲ کا آدھا حصہ کرائے پر ملا۔ باقی آدھے میں مالکِ مکان رہتے تھے۔ وہ میاں بیوی تھے اور پانچ بچے۔ یہ قصہ مالک کی بیوی کے بارے میں ہے۔

چونکہ وہ پردہ نہیں کرتی تھیں۔ اس لیے مجھے ان کو دیکھنے کا اتفاق



Marfat.com

ہو گیا۔ شگفتہ چہرہ، آنکھوں میں پاکبازی، نسوانی حیا اور ذکاوت۔ لمبا قد مضبوط گٹھا ہوا جسم۔

جب میں مالک مکان سے کرایہ طے کرنے گیا تھا۔ تو ان کے ساتھ وہ بھی تھیں۔ انہوں نے گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مگر پھر بھی ان کی شخصیت ماحول پر چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

میرے اس پر فضا مقام میں خیام کا مطلب یہ تھا کہ میں یکسوئی کے ساتھ ایک کتاب لکھنی چاہتا تھا۔ اور بیوی کو اس لئے ساتھ لے گیا تھا کہ وہ میری آسائش کا خیال مجھ سے زیادہ رکھ سکتی ہیں۔ بہر حال مکان میں بسنے کے فوراً بعد میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

دو ہی دن میں مالک مکان کے خاندان کے بارے میں جو کچھ ہم نے دیکھا۔ اس سے ہم پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ ان کا دن رات کے تین بجے سے شروع ہو جاتا تھا۔ مالک مکان کی بیوی جنہیں سب "آپا بی" کہتے تھے۔ سب سے پہلے اٹھتیں ان کا سب سے بڑا لڑکا کسی کارخانے میں کام کرتا تھا۔ اسے صبح کے چار بجے اپنے کام پر جانا ہوتا تھا۔ اس لئے آپا جی چار بجے تک اسے کھانا تیار کر کے دیتی تھیں۔ اس کے بعد دوسرے بچوں کو نماز کے لئے اٹھانے۔ انہیں ناشتہ کرانے اور اسکول کو روانہ کرنے کی سرگرمیاں شروع ہو جاتی تھیں۔

لیکن آپا بی کی مصروفیات بچوں سے متعلق ان خدمات سے فارغ ہونے



Marfat.com

کے بعد بھی ختم نہ ہوتی تھیں۔ سارے دن گھر میں کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا تھا۔ کھانا پکانا کپڑے دھونا، چمن میں کچھ بونا لوانا، سینا پرونا۔ کاڑھنا، اچار وغیرہ ڈالنا، مربہ تیار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

دن بھر آپا بی مشین کی طرح کام کرتی تھیں۔ مگر کچھ یہ نہیں کہ ان کے مزاج میں شعریت نہیں تھی۔ جس وقت دل بہلانے کی غرض سے اخلاقی گیت اور نعتیں گاتی تھیں۔ تو یہ معلوم ہوتے لگتا تھا۔ کہ کوئی ایسا موسیقار اپنے کمال فن کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ جس کا ریاض برسوں کا ہے۔

مجھے یہ رائے قایم کرنے دیر نہ لگی۔ کہ مرد ہی بڑے نہیں ہوتے بعض عورتیں بھی اس اعزاز کی بجا طور پر حقدار ہو سکتی ہیں۔

ان کی ایک بات میرے لئے بڑی اذیت ناک ثابت ہوئی۔ روزانہ علی الصبح ایک شخص اپنی سارنگی لے کر آجاتا تھا۔ اور دکان کے دروازے پر بیٹھ کر سارنگی پر کچھ گنگنانے لگتا تھا۔

میں کتاب جلد سے جلد پوری کرنے کی دھن میں تھا۔ علی الصبح اٹھ کر کام شروع کر دیا کرتا تھا۔ اس سارنگی والے کی روں روں مجھے بہت بری معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ میرے کام میں خلل پڑتا تھا۔

کئی مرتبہ جھنجھلا گیا ـــــ یہ شخص روزانہ اسی وقت یہاں کیوں آن مرتا ہے؟ کیا اور دکانیں نہیں ہیں۔ اور گھر نہیں ہیں؟



Marfat.com

ایک دن معلوم ہوا۔ کہ اس کے روز آنے کا سبب کیا تھا۔ آپا بی روز اس کو دو پیسے دیتی تھیں۔ اور انہوں نے یہ دستور برسوں سے باندھ رکھا تھا۔ سارنگی والا ہر روز سب سے پہلے ان ہی کے دروازے پر آن کر صدا دیتا تھا۔

عید نزدیک آگئی۔ میں غریب الدیار تھا۔ پھر ان دنوں میری مالی حالت کچھ اچھی بھی نہیں تھی۔ ہم میاں بیوی نے فیصلہ کر لیا۔ کہ اب کے عید نہیں منائیں گے تاکہ زیادہ خرچ نہ ہو۔ تہوار پہ جیب ذرا زیادہ خالی ہو جایا کرتی ہے۔ اپنی موجودہ حالات میں اس کی دوبارہ بھرائی ذرا مشکل ہو گی۔

مگر آپا بی کے ہاں عید منانے کی تیاریاں بڑے زور و شور سے ہو رہی تھیں ہم میاں بیوی نے خود تو یہ سوچا تھا۔ کہ عید نہیں منائیں گے لیکن یہ سوال تھا کہ کیا ہم اپنے پڑوسیوں کو بھی عید کے دن بطور تحفہ تحائف کچھ نہ دیں۔

مجھ میں اور میری بیوی میں اس موضوع پر ایک اچھی خاصی ڈیبیٹ ہو گئی۔ میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ کس نے کیا کہا یہ (BREACH OF FAITH) ہو گی اور اس سے چند در چند الجھنیں بھی واقع ہو سکتی ہیں۔ ایک فریق کی یہ رائے تھی کہ جب ہم نے کفایت شعاری کو مدنظر رکھ کر عید کا تہوار نہ منانے کا فیصلہ کیا ہے تو اس پر ہمہ گیر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ یعنی کسی بہانے کسی مد میں بھی روپیہ خرچ نہ کیا جائے۔

اس کے برعکس دوسرے فریق کا یہ خیال تھا۔ کہ اتنے بھی کنجوس پن کی کیا



Marfat.com

ضرورت ہے۔ ایک تو ہم اس خاندان سے کرایہ دار ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہمارے ہمسائے ہیں۔ اگر ہم نے یہ ظاہر کیا کہ اس قدر "خشک" ہیں۔ تو وہ اپنے دلوں میں کیا خیال کریں گے۔

جو طویل مباحثہ ہوا اور اس مباحثے میں جو جو دلائل پیش کئے گئے ان سب کو دہرانا غیر ضروری سا ہے۔ مختصراً یہ کہ موشن کو فیور کرنے والے فریق کی جیت ہو گئی۔ گو فریق ثانی کسی قدر منہ پھلا کر شکست تسلیم کی۔ طے پایا کہ ہم آپا جی کے بچوں کے لئے بازار سے کچھ تحفے خرید لائیں۔

ان دنوں تو گرمی کا موسم تھا۔ مگر جاڑا بھی نزدیک ہی تھا۔ اس لئے تحفے ایسے خریدے جو محض نمائشی نہ ہوں۔ بلکہ بچوں کے لئے کار آمد اور مفید بھی ہوں۔ بڑے لڑکے کے لئے ایک گرم سکارف۔ ان سے چھوٹے دونوں بچوں کے لئے گرم بھی جرابیں۔ گیارہ برس کی عمر کی لڑکی کے لئے کچھ کتابیں۔ ننھے کے لئے کچھ ڈبے یا کھلونے۔

عید کا دن آیا ——

جیسا کہ دستور ہے نماز کے بعد کچھ دیر تک ہم میاں بیوی آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ہر چند تہوار نہیں منایا گیا تھا۔ مگر پھر بھی عید کا دن تھا۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے گرویدہ تھے ...... خیر اس قصے کو تو یہاں کا یہیں چھوڑیئے۔

دوپہر کے بعد —— ہم اپنے تحفے لے کر آپا جی کے گھر گئے۔ اور ان کے بڑے



Marfat.com

کمرے کی میز پر رکھ کر جو چیز جس بچے کے لئے تھی اسے دی۔

آپا بی مسکراتی رہیں پھر بولیں "آپ لوگوں نے یہ تکلیف ناحق کی"

یہ فقرہ ایسے موقع پر سب ہی کہا کرتے ہیں۔ اور میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد سینکڑوں جگہ سینکڑوں مرتبہ یہی فقرہ سنا ہے۔ لیکن آپا بی کے لہجے کی گھلاوٹ طرزِ ادا کی شیرینی۔ الفاظ میں متکلم کے دلی تاثر کی جھنکار اور پھر وہ خلوص جو ان الفاظ کے ایک ایک حرف سے ٹپکا پڑتا تھا۔

میری بیوی نے جواب میں کچھ کہا سنا۔ مگر میں تو اسی تاثر ہی کے مزے لیتا رہا۔ جو مجھے محسوس ہوا۔

اس مقام پر عید کی شب کو بستی کے لوگ بڑے اہتمام اور جوش و خروش سے چراغاں کرتے ہیں۔ خوبی اتفاق کہ اس رات کو چاند تو نہیں تھا۔ مگر صاف و شفاف آسمان پر تارے ہی تارے تھے۔ جو ننھے ننھے موتیوں کی طرح ڈگر ڈگر کر رہے تھے۔ اور پر نورانی چراغوں کی بہار اور نگاہ کے سامنے ہر سمت روشنیوں کی قطاریں، بڑا نظر نواز اور دل افروز منظر تھا۔

آپا بی کے ہاں ضیافت کی دھوم تھی۔ خبر نہیں کون کون آجا رہا تھا۔ مردوں اور عورتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ اس روز وہاں ہر گھر میں ضیافتوں کا چکر سا بندھا رہتا ہے۔ لیکن آنے والے زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے تھوڑی دیر بیٹھے۔ مبارک باد دی۔ کچھ باتیں چیتیں کیں۔ تھوڑا بہت کھایا پیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔



Marfat.com

بہت سے لوگوں کے ہاں جانا ہوتا ہے۔ قیام کو اس طرح مختصر ترین نہ کیا جائے تو بہت عزیزوں اور دوستوں کے ہاں جانے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور جس کے ہاں نہ جائیں اسی کو گلہ رہے۔

کسی نے ہمارے دروازے پر دستک دی۔ آپا بی کا ایک بچہ تھا۔ انہوں نے ہمیں بلایا تھا۔ ہم اس دعوت کو رد کرنے کے لئے کون سا بہانہ کرتے۔ دل نا تے۔ جا پہنچے۔

سارا گھر بقعۂ نور بنا ہوا اور بڑے کمرے میں قسم قسم کے نہ جانے کتنے سارے کھانے چنے ہوئے تھے۔ ہم رسمی طور پر کچھ کھانے پینے کے بعد اپنے ہاں واپس آئے مگر ـــــ

اندر داخل ہوئے۔ تو جو کچھ دیکھا حیران و ششدر رہ گئے۔ ہمارے کمرے کی میز پر بھی درجنوں قسم کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ باورچی خانے میں آپا بی کی طرف سے جو دروازہ کھلتا ہے۔ اس میں سے آن کر انہوں نے ہمارے گھر بھی عید کر دی تھی۔

مجھ پر اور میری بیوی پر اس نیک شریف ذی فہم درد مند عورت کی اس بات کا کیا اثر ہو، یہ آپ خود بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ پر بھی ضرور اسی قسم کا اثر اس وقت طاری ہوگا۔

(ماخوذ ـــــــــ دعظمت علی براس)

# ارشاداتِ نبویؐ

(مرد و عورت کے لئے)

"تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ امیر اپنی امارت کا نگران ہے۔ اور خاوند اپنے گھر والوں کا نگران اور بیوی اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران۔"

"دنیا کی سب سے بڑی نعمت نیک و صالح بیوی ہے۔"

"ہمدرد اور غم خوار بیوی خاوند کے لئے اس کے دین کے کاموں میں بڑی مدد ہے۔ عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ اچھا رہنا ہے۔"

"تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں۔ جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے ہیں۔"

انسان کا جیسے جیسے ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ ویسے ویسے عورتوں سے اس کی محبت بڑھتی ہے۔"



Marfat.com

# دخترانِ ملت

## (آزاد ترجمہ)

تو اے دختر! حذر کر دلبری سے — مسلماں کو غرض کیسا کافری سے
نہ کر غازہ سے حسن اپنا دل آویز — تری تیغِ نگہ ہو تیز خونریز

---

نظر تیری ہے شمشیرِ خدا داد — نیامِ چشم سے کر اس کو آزاد
دلِ زاہد لبھا اس نے ادا سے — کہ جس نے آب دی اس کو حیا سے

---

ضمیرِ عصر بے پردہ ہوا ہے — کہ آب و رنگ سے وہ خوشنما ہے
تو نورِ حق سے سیکھ اب جلوہ باری — پسِ پردہ ہے جو با صد تجلی

---



Marfat.com

جہاں مضبوط ہے ماؤں کے بل سے — نہاد اُن کی ہے ہنگامِ ازل سے
اگر یہ قوم نے نکتہ نہ سمجھا — نظامِ کار برہم اس کا ہو گا

---

ہے دل ہی میں نگاہِ پاک مادر — نہ آئے گی نظر پردے سے باہر
ملیں پردے میں چشم و دل۔ جنوں ہے — یہ مکتب کیا ہے اک سحر و فسوں ہے

---

وہ ملت جس نے سو طوفاں اُٹھائے — زمانے کو کئی محشر دکھائے
ہے آبا پیش کیا۔ کیا پیش آئے — فقط ماؤں کی پیشانی بنائے

---

جہاں میں تو سدا زندہ رہے گی — ہزار اُمت مرے اور تو جئے گی
بتولِ پاک بن پردے میں رہ کر — ہوں تیری گود میں شبیر و شبر

---

ہماری شام سے باہر سحر کر — تو پڑھ قرآن۔ پھر پیدا اثر کر
نہیں معلوم ہے؟ قرأت نے تیری
(فرخ) بدل دی شان۔ تقدیرِ عمر کی (اقبال)

---



Marfat.com

# پردہ فطرتِ نسوانی

(۱) اسلام نے خواتین کو علم حاصل کرنے سے کبھی نہیں روکا بلکہ بفحوائے طلب العلم فریضۃ علٰی کلِّ مسلمٍ و مسلمۃٍ ۔ یعنی عورت کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے تئیں علم کے زیور سے آراستہ کرے۔ تاکہ اسے مفوضہ فرائض کی انجام دہی میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے بوجوہ احسن عہدہ برآ ہو سکے۔ لیکن وہ علم و فن جس کا تعلق عورت کی ذمہ داریوں سے —— نہ ہو اس کے حصول میں وقت ضائع کرنا بلا شک معیوب ہے۔ اور جو چیز معیوب ہے۔ وہ فطرت کا تقاضا نہیں۔

(۲) اسلام عورت کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ نامحرموں سے پردہ کرے کیونکہ "نسائیت" عزیزہ کے تحفظ کے لئے اور کوئی متبادل صورت نہ تھی۔ اور نہ نسائیت کے تحفظ کے بغیر "مردانیت" محفوظ رہ سکتی تھی۔ ورنہ غلط مقام کا



Marfat.com

لزوم لابدی تھا۔ اور غلط مقام کے باعث فرائض کا باہمی اختلاط بھی لازمی امر تھا، جس سے انتظامِ عالم کا قدرتی شیرازہ بکھر جاتا۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر منتظمِ اعلیٰ نے عورت کو اس کے اصلی مقام اور فرائضِ منصبی کی طرف توجہ دلائی کہ

ا - عزت سے اپنے گھروں میں بیٹھو، زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو۔

ب - اور اگر کسی اہم ضرورت کے پیشِ نظر گھر سے باہر جانا پڑا تو اپنے چہروں اور سینوں کو مضبوط چادر سے چھپا لو۔

ج - اور اگر غیر محرم سے بات کرنی ہو تو من وراءِ حجاب۔

یہ قرآنی تصریحات کا مفہوم ہے۔ ان کے ظاہر و باطن دو امور کی شہادت دیتے ہیں، پردہ، اور فرائض نسوانی ۔۔۔۔ پس وہ کون سا بدبخت ہے۔ جو ان تصریحات کی موجودگی میں پردہ کی ٹھوس حقیقت اور نسوانی فرائض نشعبینہ سے انکار کی جرأت کرے۔ پردہ کی نوعیت میں اختلاف سہی تاہم اس کی حقیقت نسوانی واضح اور عیاں ہے۔ جس میں "تاویل" کے لئے بھی کوئی گنجائش نہیں نکل آتی۔

(محترمہ "حجاب" گجرات)

---

انشا پریس - لاہور میں چھپی



Marfat.com

محترم

# خواتینِ اسلام

از

رُخ امرتسری

ناشران

لائن پریس ہسپتال روڈ لاہور

قیمت دو روپے

Marfat.com